مجلة المحصنات

علمی و تحقیقی رسالہ

ISSN 2523-11 11

شمارہ ۹

ہائر ایجوکیشن کمیشن سے منظور شدہ

دسمبر ۲۰۲۱ء

شعبہ تحقیق
جامعات المحصنات پاکستان

بسم الله الرحمن الرحيم

ISSN 2523-1111

مجلة المحصنات

علمی و تحقیقی مجلّہ

(اردو۔انگریزی۔عربی)

ہائرایجوکیشن کمیشن سے منظور شدہ

شمارہ:9

جولائی تا دسمبر 2021ء

ڈاکٹر عابدہ سلطانہ

مدیرہ

شعبہ تحقیق ۔ جامعات المحصنات پاکستان

مرکزی دفتر جامعات المحصنات: R-8 بلاک 8 عقب گلشن شمیم فیڈرل بی ایریا کراچی

فون: 0331-3340957 | 021-36320794 | 021-363711244

ویب: www.mohsanat.edu.pk | ای میل: almohsanatresearch@gmail.com

https//www.facebook.com//mohsanat1

مجلس ادارت ومشاورت

- مدیرہ: ڈاکٹر عابدہ سلطانہ
- معاون مدیرہ: شائستہ فخری

ادارتی بورڈ:

- ڈاکٹر مولانا ساجد جمیل — شیخ الحدیث-سابق استاد جامعات المحصنات
- ڈاکٹر سہیل شفیق — ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اسلامی تاریخ جامعہ کراچی
- ڈاکٹر جہاں آراء لطفی — اسسٹنٹ پروفیسر شیخ زید اسلامک سینٹر کراچی

بین الاقوامی مشاورتی بورڈ:

- ڈاکٹر انور اللہ — اسلامک دعوۃ سینٹر برونائی دارالسلام
- ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی — ہیڈ آف عربی ڈیپارٹمنٹ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی انڈیا
- ڈاکٹر مناظر احسن — اسلامک فاؤنڈیشن انگلینڈ
- ڈاکٹر عبدالودود — چیئرمین ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک لرننگ، جاگ ناتھ یونیورسٹی ڈھاکہ
- ڈاکٹر سید کفیل احمد قاسمی — چیئرمین شعبہ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی انڈیا
- ڈاکٹر پرویز ناظر — یونیورسٹی آف کیمبرج انگلینڈ
- ڈاکٹر توقیر فلاحی — چیئرمین ڈیپارٹمنٹ آف سنّی تھیالوجی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی انڈیا
- ڈاکٹر آصف نوید — ڈائریکٹر اسلامک کلچر انسٹیٹیوٹ، جرمنی
- ڈاکٹر مولانا شبیر احمد — پرنسپل آسٹریلین اسکول آف اسلامک انفارمیشن، آسٹریلیا
- ڈاکٹر سید عبدالماجد غوری — سینیئر ریسرچ فیلو، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کالج، ملائیشیا
- ڈاکٹر عالم خان — اسسٹنٹ پروفیسر فیکلٹی آف اصول دین، یونیورسٹی آف ترکی

قومی مشاورتی بورڈ:

- ڈاکٹر دوست محمد — ڈائریکٹر شیخ زید اسلامک سینٹر پشاور
- ڈاکٹر حسام الدین منصوری — سابق ڈین فیکلٹی آف اسلامک لرننگ کراچی یونیورسٹی
- ڈاکٹر عصمت اللہ — چیئرمین شعبہ فقہ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی
- ڈاکٹر حافظ محمد ثانی — چیئرمین ڈیپارٹمنٹ قرآن وسنہ، فیڈرل اردو یونیورسٹی کراچی
- ڈاکٹر ثناء اللہ بھٹو — سابق ڈین فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز، سندھ یونیورسٹی
- ڈاکٹر عبید احمد خان — ڈیپارٹمنٹ آف اصول دین، کراچی یونیورسٹی
- ڈاکٹر عبدالحئی ابڑو — ڈائریکٹر جنرل شریعہ اکیڈمی، اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد
- ڈاکٹر بشیر احمد رند — چیئرمین ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک کلچر، سندھ یونیورسٹی
- ڈاکٹر مصعب افتخار — اسسٹنٹ پروفیسر ڈیپارٹمنٹ آف شریعہ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی
- ارشد احمد بیگ — ڈائریکٹر آرگنائزیشنل ڈیولپمنٹ اینڈ سپورٹ رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی
- پروفیسر ثریا قمر — چیئرپرسن شعبہ اسلامک اسٹڈیز جناح یونیورسٹی برائے خواتین کراچی

مضامین کی اشاعت سے متعلق گزارشات

- مجلۃ المحصنات میں اسلامی ادب وعلوم، تاریخ وتہذیب، تقابل ادیان، فلسفہ، سماجی علوم، سیاسیات ومعاشرت وغیرہ سے متعلق موضوعات پر اردو۔عربی اور انگریزی میں علمی وتحقیقی غیر مطبوعہ مقالات شائع کیے جاتے ہیں۔
- مضمون نگار اپنی تحریر کے دو نسخے A4 سائز کے کاغذ پر صفحہ کے ایک جانب اردو اور عربی کے مضامین ان پیج پر اور انگریزی کے مضامین ایم ایس ورڈ پر کمپوز کر کے ارسال کریں گے۔ جبکہ ایک نسخہ بذریعہ ای میل بھیجیں۔
- اپنے مضامین درج ذیل ای میل ایڈریس پر فراہم کریں۔

almohsanatresearch@gmail.com

- تحریر ارسال کرتے ہوئے اپنا مکمل نام، خط وکتابت کا پتہ، فون نمبر، ای میل ایڈریس بھی لازماً درج کریں۔
- تحقیقی مقالہ لکھنے کی صورت میں اس کی ابتداء میں 200 الفاظ پر مشتمل خلاصہ (abstract) HEC کے قواعد کے مطابق انگریزی میں تحریر کیجیے۔
- مقالے کا عنوان اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں درج کیا جائے۔
- مجلۃ المحصنات میں مراجع اور حواشی کے لیے APA طریقہ کار اپنایا جائے۔

☆ عابدہ سلطانہ۔(2019ء)۔''عالمِ اسلام کی جدید تحریکیں''۔رنگِ ادب پبلی کیشنز، کراچی۔ص 49-57

- یہ بات پیشِ نظر رہے کہ مقالہ اس سے پہلے کسی اور مجلّہ یا رسالے میں شائع نہ ہوا ہو۔
- تمام تحریریں ادارے کی طرف سے نامزد کردہ ماہرین کی آراء کے بعد شائع کی جائیں گی۔ نیز نا قابل اشاعت تحریروں کی مصنفین کو واپسی ادارے کی ذمہ داری نہیں ہوگی۔
- اشاعت کے لیے قبول کیے جانے والے مقالات میں ادارہ ضروری ادارتی ترمیم وتلخیص کا حق محفوظ رکھتا ہے۔
- ہر مضمون نگار/ مقالہ نگار کو شائع شدہ مجلّہ کی ایک کاپی فراہم کی جائے گی۔
- مضامین ومقالہ نگاروں کی آراء سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

زیرِ اہتمام: شعبہ تحقیق - جامعات المحصنات پاکستان

قیمت فی شمارہ: -/250 روپے

فہرست مضامین

ادار یہ	مدیرہ	07
دوراستعماراورخودی ۔۔۔ایک تحقیقی مطالعہ	حافظہ صبورفاطمہ	08
ماحولیاتی آلودگی اور ہماری ذمہ داریاں سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں	ڈاکٹر حسین بانو	24
دینی مدارس میں خواتین تخصصات کی ضرورت واہمیت	کہکشاں بنت شبیر	66
غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے منتخب جدید فقہی مسائل جائزہ اور حل	حفصہ اشرف	81
رفع ونزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آیات قرآنی کی روشنی میں	فاطمہ الزہرہ	120

عربی مقالہ

مکانةالتفکر فی الاسلام دراسة تحلیلیة	محمد عبدالله	143

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

بہت محترم اساتذہ کرام اور عزیز طلبہ وطالبات! اللہ آپ کے علم وعمل میں برکت دے اور روز وشب آپ روشنیاں پھیلاتے رہیں۔ اہل علم کی قدر ومنزلت قرآن وحدیث میں بڑے واضح انداز میں بیان کی گئی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک موقع پر حصول علم کے لیے سفر اور جدوجہد کے بارے میں فرمایا کہ جنت میں جانے کے راستے آسان ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی بیان کیا کہ اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی کی کہ لوہے کی چھڑی اور لوہے کے جوتے پہنو اور طلب علم کے لیے نکل جاؤ اور اسی سعی وجہد میں لگے رہو حتیٰ کے لوہے کے جوتے گھس جائیں اور چھڑی ٹوٹ جائے۔ حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ علماء کی خدمت کی جائے اور ان کے ساتھ تعلق قائم کیا جائے، ان کی سمت میں سفر کیا جائے اور ان سے اکتساب علم کیا جائے۔

عزیزان گرامی! علم کی میراث گم گشتہ ہے اسے حاصل کرنا بڑی سعادت کی بات ہے علم کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ اسے پھیلایا جائے۔ اپنے قلم کو علم پھیلانے کے لیے اور حصول علم کے لیے استعمال کریں قلم کے ذریعے جہاد یہی ہے۔

اللہ ہمارا حامی وناصر ہو۔

آپ سب کے تعاون کی طلبگار

ڈاکٹر عابدہ سلطانہ

مدیرہ

دورِ استعمار اور خودی
ایک تحقیقی مطالعہ

☆ حافظہ صبور فاطمہ

خلاصہ:

نوجوان افراد اپنی اقوام اور ممالک کے لیے سرمایہ، امید اور طاقت ہوتے ہیں۔ مستقبل کا انحصار نوجوانوں پر ہوتا ہے۔ اور اچھا مستقبل نوجوانوں کی اچھی تربیت، درست ذہن سازی اور کردار سازی پر منحصر ہوتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ نوجوانوں کی انفرادی، ذہنی، فکری تربیت کی جائے اور ان کو خود اپنے آپ سے، اپنی ذات سے خود شناس کیا جائے۔ صحت مند معاشرہ اور ترقی یافتہ اقوام اسی صورت میں پروان چڑھتے ہیں کہ جب نوجوانوں کو اپنی روح کی حقیقت سے بے دار کیا جائے جس کا ذکر قرآن کی سورۃ الحجر کی آیت 29 میں ہے۔ دورِ استعمار کے اثرات نے مستعمرین اور بالخصوص مسلمانوں کو ان کی حقیقت، اپنی روح جس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے، اُس سے غافل کر کے مادّیت پرستی کی جانب موڑ دیا ہے۔ اس مضمون میں دورِ استعمار کیا ہے؟ اس نے ماحول اور انسانی نفسیات پر کیا اثرات ڈالے؟ اس پر بات کی جائے گی۔ اور خودی کی حقیقت کیا ہے؟ اس پر بھی بحث کی جائے گی۔ اور کس طرح سے ہمارا نوجوان اپنی حقیقت سے غافل مغرب کی تقلید میں مصروف ہے، اس کی حقیقت پر بھی اس مضمون میں بات کی جائے گی۔

دورِ استعمار:

پندرھویں صدی سے لیکر بیسویں صدی کے وسط تک کا دور colonization یعنی استعمار کا دور کہلاتا ہے۔

''جب کہ نئی بستی/نو آبادی قائم کرنے کے لیے Colonize کا لفظ مستعمل ہے۔ جس کے معانی نو آبادی میں لوگوں کو بھیجنا، نو

☆ پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، شعبہ اصول الدّین، جامعہ کراچی

آبادکاروں کی بستی بسانا یعنی ان کوئی بستی اور نئی جگہ میں آباد کرنا اور بسانا کے ہیں۔ایک جملہ میں اس کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ کسی نئی جگہ یا نئے ملک میں بیرونی لوگوں کی آبادی، جن کا سیاسی تعلق اپنے وطن سے باقی رہے اور، یا ایسے لوگوں کا گروہ یا جماعت جو وطن سے دور کسی ملک یا صوبے میں آباد کیے گئے ہوں مگر اپنے وطن کی حکومت کے تابع اور دائرہ اختیار میں ہوں، اس کے مزید معنیٰ یہ بھی مستعمل ہیں کہ وہ جگہ یا ملک جہاں غیر ملکی آباد ہوئے ہوں یا جہاں انہوں نے اپنی نوآبادی قائم کی ہو' (۱)

اس کا مطلب یہ ہے:

''ملک گیری کے لالچ میں آزاد ملک کو غلام بنالینا۔اور استعماری قوتوں سے مراد وہ طاقت ور قوتیں یا ممالک ہیں جو کمزور قوموں اور ملکوں کو غلام بنا کر مفادات حاصل کریں''۔(۲)

ترقی اردو بورڈ کی جانب سے شائع اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں تحریر ہے:

" کسی کو کسی مقام میں بسانا؛ ہجرت کر کے کسی جگہ جانا اور اسے وطن بنانا، یعنی دوسرے ملک کو نوآبادی بنا کر اس سے تمتع حاصل کرنا۔"(۳)

استعمارکاری کا یہ عمل نوآبادکاری Colonialism کہلاتا ہے۔جس کا مطلب ہے:

The control or governing influence of a nation over a dependent country, territory, or people and The system or policy by which a nation maintains or advocates such control or influence. (۴)

" کسی قوم کا ایک محکوم ملک، علاقے یا لوگوں پر اختیار یا حکومت کرنے کا دباؤ۔اور یا ایک ایسا نظام یا پالیسی جس کے ذریعے ایک قوم اس طرح کے عمل پر اصرار اور وکالت کرتی ہے تاکہ اختیار یا دباؤ برقرار رکھا جائے۔"

اپنے اثرات کے حوالے سے اس عمل کی وضاحت ویبسٹر زتھرڈ نیو انٹرنیشنل ڈکشنری آف دی انگلش لینگویج اَن ایمبریڈج میں درج ہے:

•A custom, idiom, idea, notion, or style characteristics of a colony. The aggregate of various economics, political, and social policies by which

an imperial power maintains or extends its control over other areas or peoples:practice of or belief in acquiring and retaining colonies.(۵)

"(اپنے اثرات کے حوالے سے استعمار کاری میں) رواج، بولی، گمان، خیال، انداز، نظریات نوآبادی کی خصوصیت ہوتی ہے۔نوآبادیات،مختلف انواع کے معاشی، سیاسی اور سماجی حکمتِ عملی کا مجموعہ ہوتا ہے جس کے ذریعے ایک حاکمانہ طاقت دوسرے علاقوں اور لوگوں پر اپنا کنٹرول رکھتی ہے،یعنی،نوآبادیات پر قبضہ برقرار رکھنے کا عمل یا اس کو حاصل کرنے پر یقین رکھنا۔"

دورِ استعمار میں تجارتی کمپنیوں نے اس کے لیے جو حربے استعمال کیے اس ذکر کامپٹنز 'بائے انسائیکلو پیڈیا بریٹینیکا میں اس انداز سے تحریر ہے:

First it would make an exclusive trade treaty with the native ruler or obtain a small concession of land for business purposes. Next the nation would establish a protectorate. Under this arrangement it would promise to guard the native state, and so the nation could obtain control of the native state's foreign relations. Finally the nation would take control of the native state's internal affairs as well.(۶)

"سب سے پہلے یہ مقامی حکمران سے خصوصی تجارتی معاہدہ کرتے ہیں یا ایک معمولی رعایت حاصل کرتے ہیں تاکہ کاروبار کے لیے انہیں کوئی جگہ فراہم کی جائے اس کے بعد وہ قوم وہاں پر مقامی حکومت کے تحفظ کے لیے محافظ حکومت قائم کرتی ہے کہ اس مقامی ریاست کا تحفظ کیا جائے گا۔اس طرح نوآبادکار قوم مقامی ریاست کے بین الاقوامی تعلقات پر قابو کر لیتی ہے اور آخر میں نوآبادکار قوم مقامی ریاست کے اندرونی معاملات پر بھی قابو کر لیتے ہیں۔"

تحقیق کار کی رائے:

ایک آزاد، خودمختار سرسبز وشاداب، زرخیز اور وسائل سے مالا مال ملک جہاں محنتی، طاقت ور اور صحت مند افراد زندگی بسر کر رہے ہوں۔استعمار کار اُن علاقوں اور ممالک کی معلومات یا اُن علاقوں کے نظر میں آنے کے بعد اپنے چند ذہین افراد پر مشتمل ایک

گروہ کو بہ غرضِ تجارت بھیجتے ہیں۔ وہ گروہ اُس ملک کے باشندوں سے قیام اور تجارت کی اجازت مانگتے ہیں۔ آہستہ آہستہ اُن لوگوں کا کاروبار ترقی کرتا ہے۔ معاشی بنیادیں مضبوط ہوتی ہیں۔ اُس ملک کے حقیقی باشندے غیر ملکیوں کی قائم کی گئی کمپنیوں میں ملازمت کرتے ہیں۔ زرخیز ملک کے خام مال کو سستے داموں خریدا جاتا ہے، پھر اپنی فیکٹریوں میں مشینوں سے استعمال کے قابل بنایا جاتا ہے، (ان فیکٹریوں کے نتیجے میں انسانی ہاتھوں کی کاریگری، مزدوری، ہنر سب کے ذرائع ختم کر دیئے گئے) اور منہ مانگے داموں استعمار زدہ ملک کی عوام کو فروخت کیا جاتا ہے۔ اس طرح معاشی ترقی ہوتی ہے۔ کمپنی کے مالکان حکومت کو قرضے یا دشمن سے مقابلے میں مال کی فراہمی کی پیش کش خود سے کرتے ہیں۔ نتیجے میں حکومت مقروض ہو جاتی ہے۔ قرضوں کی بروقت ادائیگی نہ ہونے پر کمپنی کے مالکان کے مطالبات کو مانا جاتا ہے۔ یہ صورتِ حال جاری رہتی ہے۔ کل کے آئے ہوئے اجنبی لوگ پیسوں اور طاقت کے زور پر حکومت اور اُس ملک کے حقیقی باسیوں کو مرعوب کر دیتے ہیں۔ اور نتیجے میں معاملات کی کُنجی اور اختیار استعمار کاروں کے ہاتھوں میں آجاتا ہے۔

اپنے رویّوں میں مطابقت کے سبب استعمار اور سامراجیت ہم معنیٰ بھی مستعمل ہو جاتے ہیں۔ لیکن سامراجیت میں بربریت، فوج، ہتھیار، افرادی قوّت، حملہ، طاقت، مال وزر کی فراوانی اور ہمہ گیر پہلو کی طاقت پر مبنی رویّہ شامل ہوتا ہے جسے ہم سامراجی قوّت یا سرمایا دارانہ نظام کہہ سکتے ہیں کہ سارے اختیارات: طاقت ور، امیر یا فاتح کے پاس ہوتے ہیں کہ فاتح، فتح پانے کے بعد مفتوحہ علاقوں کو اپنی جغرافیائی ملکیت اور علاقہ میں شامل کر لیتا ہے جس کے نتیجے میں معاملہ کا کلّی اختیار اس کو حاصل ہو جاتا ہے۔

سامراجیت کا مقصد اپنی شہنشاہیت کو وسعت دینا ہے جب کہ استعمار کار غیر ملک کے وسائل پر قابض ہو کر خواہ وہ انسانی ہوں یا قدرتی ہوں، اُن سے استفادہ کرتا ہے، اپنا غلام بناتا ہے۔ اور پھر اپنی روایات، تعلیمات، تہذیب، ثقافت، نظریات، افکار اور طرزِ زندگی کو ہر صورت مُسلّط بھی کرتے ہیں۔

استعمار، باقاعدہ ایک پالیسی، نظریہ، سامراجیت کی پریکٹس، سوچی سمجھی اسکیم کے تحت کیا جانے والا عمل ہے۔ اور یہ غیر ملکی افراد کے ملک کے قدرتی اور انسانی وسائل کو اپنے مفاد میں استعمال کرنے کا ہنر اور قدیم زمانے سے برتا جانے والا رویّہ ہے۔ یعنی: ایک ایسا رویّہ جو غالب مغلوب کے ساتھ، طاقت ور کمزور کے ساتھ، امیر غریب کے ساتھ، بااختیار بے اختیار کے ساتھ، آقا غلام کے ساتھ اور حاکم محکوم کے ساتھ برتتا ہے۔ جس کے نتیجے میں حاکم محکوم کو اپنے زیرِ اثر کر کے اس پر اور اس

کے ماحول پر جس میں ثقافتی، تہذیبی، معاشرتی، معاشی، سیاسی، قانونی، عسکری، فکری، دفاعی، نظریاتی، مذہبی اور اخلاقی اقدار شامل ہیں، ان سب کو غیر محسوس انداز سے اپنے قابو میں کر لیتا ہے اور اپنے رنگ میں ڈھال لیتا ہے۔ جو محکوم کی جانب سے اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ وہ حاکمیت کو سیاسی اور ذہنی طور پر قبول کر چکے ہیں۔

"اس معاملے میں غلامی اور محکومی میں فرق کرنا بہت ضروری ہے کہ سیاسی طاقت سے مغلوبیت، محکومی ہے۔ محکومی میں خودشعوری کی حالت باقی رہتی ہے، اور یہی خودشعوری ایک تاریخی اور سیاسی ادراک میں ڈھل کر مزاحمت کا راستہ ہموار کرتی ہے۔ محکومی ایک سیاسی مظہر ہے جب کہ غلامی ایک تہذیبی مظہر ہے۔ غلامی میں محکومی کا شعور باقی نہیں رہتا، کیوں کہ وہ ایک مفید مطلب معروف کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ مزاحمت کی شرطِ اوّل محکوم کی تہذیبی شناخت کا باقی رہنا ہے، اور مزاحمت اسی شناخت کو باقی رکھنے یا اس کی بازیافت کا عمل ہے۔ محکومی میں شناخت کے تہذیبی وسائل علمی روایت سے فراہم ہوتے ہیں۔ ان وسائل سے انقطاع غلامی کا بڑا سبب بنتا ہے۔ ایسی صورتِ حال میں محکوم، حاکم سے شناخت کی عینیت پیدا کر کے غلامی میں داخل ہو جاتا ہے۔ حاضر و موجود سیاسی طاقت کا جبر محکوم میں تاریخی انقطاع کا باعث بنتا ہے اور تاریخ کسی ولولے کا منبع نہیں رہتی بلکہ عار بن جاتی ہے۔ دینی روایت سے ملنے والے علمی شعور اور تاریخی شعور کا بہ یک وقت خاتمہ غلامی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ برّصغیر میں مسلم معاشرہ استعماری دور میں اپنی تہذیبی شناخت اور ورلڈ ویو کو باقی نہیں رکھ سکا۔ اس وجہ سے مسلم ذہن تاریخی اور دینی روایت کے وسائل سے محروم ہو کر عصری تاریخ سے بھی کوئی بامعنی تعلق پیدا نہ کر سکا۔ (۷)

استعمار کاری میں مستعمرین اور بالخصوص مسلمانوں کی نظریہ سازی کی گئی، اور وہ تمام تر انقلابات جو یورپ میں سولھویں صدی کے بعد آئے آزاد روشن خیالی، مذہب کی ریاست اور ذاتی زندگی سے علیحدگی (Secularization)، دورِ تشکیک، عقل پرستی، صنعتی و سائنسی انقلاب وغیرہ ان سب نظریات کو پورا پورا دینِ اسلام اور مسلمانوں پر بھی تھوپنے کی پوری پوری کوشش کی، اور عقائد سے متعلق وہ سوالات جن کی حقّانیت پر سوال نہیں کیا جا سکتا ان کو بھی سوالات کے کٹھہرے میں لا کر مشکوک کیا گیا تاکہ مسلمان اپنے دین کے حوالے سے شک و شبہ کا شکار رہیں، اور اگر مسلمان، دائرہ اسلام سے خارج یا مرتد نہیں بھی ہوتے، نہ ہوں۔ لیکن وہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان بھی نہ رہیں۔ دونوں جنگِ عظیم سے پہلے تک تو مسلمانوں کی حکومت/خلافت، دنیا کے مختلف خطوں پر قائم تھی، لیکن اس کے بعد مسلمانوں کا اقتدار بالکل ختم ہو گیا اور حکومت کو اپنے ہاتھ میں لینے کا تصور مسلمانوں میں دوبارہ نہ پیدا ہو سکے اس کے لیے استعمار کاروں نے مسلمانوں کی باقاعدہ ذہن سازی کی۔

اس صورت حال کے نتیجے میں متاثرہ افراد کی نفسیات، شخصیت، حقیقت اور خود شناسی سب سے زیادہ متاثر ہوئی اور وہ اس غلامی کے دور میں خود اپنے آپ سے اتنے اجنبی، ناواقف، بے خود، ناشناس، لاعلم، اور دور ہو گئے کہ اپنی حقیقت سے ہی نا آشنا ہو گئے اور وہ یہ بھول ہی گئے وہ خود کون ہیں؟ ان کی حقیقت کیا ہے؟ بہ حیثیتِ انسان وہ کہاں سے آئے ہیں؟ ان کو کس نے بھیجا ہے؟ کیوں بھیجا ہے؟ وہ انسان ہونے کی حیثیت سے کس درجے پر فائز ہیں؟ ان کا اس دنیا سے کیا تعلق ہے؟ ان کا اپنے رب، خالق سے کیا تعلق ہے؟ انہیں کرنا کیا ہے؟ ان سب سولات کے جوابات ہمارے نوجوانوں کے اذہان میں واضح تصوّرات کے ساتھ موجود نہیں ہیں۔

آج ہم Post Colonial Period میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اور استعمار کاری کے اثرات سب سے زیادہ اُس وقت کے موجودہ لوگوں نے اور اس کے بعد اُن کی آنے والی نسلوں کے اذہان نے قبول کیے، کیوں کہ حکومت استعماری قوّتوں کے ہاتھ میں تھی۔ اور اب ملٹی نیشنل کمپنیوں، سیکولر تعلیمی اداروں اور میڈیا کی صورت میں یہ عمل کسی نہ کسی صورت مستقل جاری ہے۔ جس کے نتیجے میں انسان کی خودی سب سے زیادہ متاثر ہوتی ہے۔ آگے ہم خودی کے حوالے سے بات کریں گے۔

خودی:

خودی کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے ضروری ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ انسان بذات خود کیا ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کا مقام کیا ہے؟ اس کے لیے سب سے پہلے اس حقیقت کو تسلیم کیا جائے کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوقات ہیں۔ کچھ کی حیات و بقا تری یعنی سمندر میں ہی ممکن ہے۔ جب کہ کچھ کی بر یعنی زمین پر ممکن ہے۔ کچھ مخلوقات کی تخلیق آگ سے ہے، کچھ کی نور سے اور کچھ کی مٹی سے ہے۔ انسان کی تخلیق مٹی سے ہے۔ ان میں سے کتنی ہی ایسی مخلوقات ہیں جنہیں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں اور دیکھتے بھی ہیں۔ کچھ بہت چھوٹی ہوتی ہیں تو انہیں خُوردبین کی مدد سے دیکھا جا سکتا ہے اور کچھ کو دور ہونے کے سبب دوربین سے دیکھا جا سکتا ہے۔ جب کہ کچھ ایسی ہیں جنہیں آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا لیکن وہ اپنا وجود رکھتی ہیں۔ اب ان تمام مخلوقات کے درمیان اللہ تعالیٰ نے انسان کو درجہ اوّل سے ممتاز بنایا اور اشرف المخلوقات کے لقب سے ملقب کیا۔ اس کی بنیادی وجہ انسان کا خلیفۃ اللہ ہونا ہے۔ جس کا اظہار اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے وقت فرشتوں سے کیا تھا۔

خلیفۃ اللہ ہونے کا مطلب:

خلیفہ اللہ ہونا ایک ایسی خصوصیت ہے جو فرشتوں میں بھی نہیں۔ بلکہ صرف انسانوں میں ہے۔ کیوں کہ فرشتوں کے ہوتے

ہوئے بھی انسان کی تخلیق بہ حیثیت خلیفۃ اللہ کی گئی۔

وَ اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً(۸)

اور یاد کرو جب کہ کہا تھا تمہارے رب نے فرشتوں سے کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

خلیفۃ اللہ ہونے کی وضاحت میں ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم اپنی تفسیر بیان القرآن میں فرماتے ہیں:

"خلیفہ درحقیقت نائب کو کہتے ہیں۔ عام طور پر لوگوں کو مغالطہ لاحق ہوتا ہے کہ خلیفہ اور جانشین کسی کی موت کے بعد مقرر ہوتا ہے' زندگی میں نہیں ہوتا۔ لیکن اس دنیا میں انسان کی اصل حقیقت کو سمجھنے کے لیے وائسرائے کا تصور ذہن میں رکھیے۔ 1947ء سے پہلے ہم انگریز کے غلام تھے۔ ہمارا اصل حاکم بادشاہ یا ملکہ انگلستان میں تھا' جبکہ دہلی میں وائسرائے ہوتا تھا۔ وائسرائے کو اختیار حاصل تھا کہ اگر کسی معاملے میں انگلستان سے حکم نہ آئے تو وہ یہاں کے حالات کے مطابق اپنی بہترین رائے قائم کرے۔ وہ غور وفکر کرے کہ یہاں کی مصلحتیں کیا ہیں اور جو چیز بھی سلطنت کی مصلحت میں ہو اس کے مطابق فیصلہ کرے۔ بعینہٖ یہی رشتہ کائنات کے اصل حاکم اور زمین پر اس کے خلیفہ کے مابین ہے۔ کائنات کا اصل حاکم اور مالک اللہ تعالیٰ ہے' لیکن اس نے اپنے آپ کو غیب کے پردے میں چھپا لیا ہے۔ زمین پر انسان اس کا خلیفہ ہے۔ اب انسان کا کام یہ ہے کہ جو ہدایت اللہ کی طرف سے آ رہی ہے اس پر تو بے چون و چرا عمل کرے اور جس معاملے میں کوئی واضح ہدایت نہیں ہے وہاں غور و فکر اور سوچ بچار کرے اور استنباط و اجتہاد سے کام لیتے ہوئے جو بات روح دین سے زیادہ سے زیادہ مطابقت رکھنے والی ہو اسے اختیار کرے۔ یہی درحقیقت رشتہ خلافت ہے جو اللہ اور انسان کے مابین ہے۔ یہ حیثیت تمام انسانوں کو دی گئی ہے اور بالقوۃ potentially ہر انسان اللہ کا خلیفہ ہے' لیکن جو اللہ کا باغی ہو جائے' جو خود حاکمیت کا مدعی ہو جائے تو وہ اس خلافت کے حق سے محروم ہو جاتا ہے۔ اگر کسی بادشاہ کا ولی عہد اپنے باپ کی زندگی ہی میں بغاوت کر دے اور حکومت حاصل کرنا چاہے تو اب وہ واجب القتل ہے۔ اسی طرح جو لوگ بھی اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کے منکر ہو کر خود حاکمیت کے مدعی ہو گئے اگرچہ وہ واجب القتل ہیں' لیکن دنیا میں انہیں مہلت دی گئی ہے۔ اس لیے کہ یہ دنیا دارالامتحان ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ انہیں فوراً ختم نہیں کرتا۔ از روئے الفاظ قرآنی

:وَلَوْلَا کَلِمَۃٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّکَ اِلآی اَجَلٍ مُّسَمًّی لَّقُضِیَ بَیْنَھُمْ ط (سورۃ الشوریٰ، آیت:14)

''اور اگر ایک بات پہلے سے طے نہ ہو چکی ہوتی ایک وقت معیّن تک تمہارے رب کی طرف سے تو ان کے درمیان فیصلہ چکا دیا

جاتا'۔

خلافت کی اصل حقیقت کے ضمن میں یہیں پر چند باتیں سمجھ لیجیے۔

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ج وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ط قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ.

جب خلافت کا لفظ استعمال ہوا تو فرشتے سمجھ گئے کہ انسان کو زمین میں کوئی نہ کوئی اختیار بھی ملے گا۔ جناتؒ کے بارے میں خلافت کا لفظ کہیں نہیں آیا' یہ صرف انسان کے بارے میں آ رہا ہے۔ اور خلیفہ بالکل بے اختیار نہیں ہوتا۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا جہاں واضح حکم ہے اس کا کام اس کی تنفیذ ہے اور جہاں نہیں ہے وہاں اپنے غور وفکر اور سوچ بچار کی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر اسے بہتر سے بہتر رائے قائم کرنا ہوتی ہے۔(۹)

انسان، نفس، روح، جان کی حقیقت:

انسان دو چیزوں کا مرکب ہے۔ایک جسم اور دوسری روح۔انسان کے جسمانی وجود کی تخلیق مٹی سے ہے اور اس کے تقاضے، مادّی ہیں۔جب کہ روح کا تعلق عالمِ بالا سے ہے جو اوپر کی جانب سے ہے اور ایک بلند مقام رکھتی ہے۔لٰہذا دونوں کی غذاؤں اور حقیقت میں فرق ہے۔

خودی سے مراد انسان کی روح ہے۔اور انسان میں اصل چیز روح ہی ہے۔یہاں دو چیزوں میں فرق سمجھنے کی ضرورت ہے۔پہلی چیز:جسم تو جانوروں کے پاس بھی ہے کہ ہمیں اپنے اردگرد میں بلی، گدھے، کتے، گائے، بکرا و دیگر سب جانور نظر آتے ہیں۔اور جب وہ جانور مرجاتے ہیں تو ان کا جسم باقی رہ جاتا ہے لیکن ان کی جان نکل جاتی ہے اور پھر وہ باقی رہ جانے والا مادّی جسم کچھ عرصے بعد ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوکر کیڑوں کی غذا بن جاتا ہے۔جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا جسم بھی باقی رہ جاتا ہے اور اس کے جسم کا بھی وہی حال ہوجاتا ہے جو ایک جسم کے decay ہونے کا فطری مرحلہ (پراسیس) ہے۔تو اب جو چیز جانور کے جسم سے نکلی اور وہی چیز جو انسان کے جسم سے نکلی، وہ کیا چیز تھی؟ کیا وہ روح تھی؟ اگر وہ روح تھی تو پھر انسان میں اور جانور میں کیا فرق ہوا؟ اس اعتبار سے دیکھیں تو انسان اور جانور میں کوئی فرق نہیں ہوا۔دونوں ایک ہی درجے میں شمار کیے جائیں گے۔جس کے بعد انسان کے اشرف المخلوقات اور خلیفۃ اللہ ہونے کی حیثیت اور حقیقت ختم ہوکر کہیں گم جاتی ہے یا پھر یہی حیثیت جانور کو مل جاتی ہے۔ان سب حقائق سے ناواقفیت کے نتیجے میں انسان کا ذہن کبھی اس جانب جاتا ہی نہیں ہے کہ

وہ خود کو دریافت کرے یا اپنے آپ کو پہچاننے کی جستجو کرے۔ لہٰذا، انسان کے درست مقام کو سمجھنے کے لیے دو چیزوں کا سمجھنا بہت ضروری ہے۔ ایک انسانی ذہن، عقل اور اس کے ساتھ منسلک اس کی جان یعنی نفس، انسان کی Soul، جسے انسان کا self بھی کہا جا سکتا ہے۔ یہاں self اور soul باہم مترادف اور یہی Soul جانوروں میں بھی ہے۔ جو نفسانی، حیوانی اور مادّی تقاضوں کے ساتھ ہے، جس میں جذبات، احساسات، یادداشت اور اپنا دفاع و تحفّظ شامل ہیں۔

دوسری چیز انسان کی Spirit یعنی روح ہے۔ جو جانوروں میں نہیں ہوتی۔ اور یہ روح اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جو کبھی تبدیل نہیں ہوتی۔ اس میں کسی قسم کے تغیّرات نہیں ہوتے۔ یہ اپنی اصل پر باقی رہتی ہے۔ اور بعض اوقات اس روح پر انسان کی منفی سوچوں، غلط کاموں کے سبب اتنا غبار آ جاتا ہے کہ انسان کبھی کبھی اپنی روح تک رسائی نہیں کر پاتا اور اس بات سے ناواقف رہ جاتا ہے اس فرد کا اپنا روحانی وجود جس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اور یہ خود شناسی ہی انسان کو اپنے مقصدِ حیات، کائنات سے اپنی خلیفۃ اللہ ہونے کی حقیقت باور کرواتی ہے۔ قرآن میں بھی اس سوال کی وضاحت ملتی ہے۔

وَ یَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَ مَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا(۱۰)

"اور (اے نبی ﷺ) یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں سوال پوچھتے ہیں کہ وہ کیا ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے امر میں سے ہے۔"

Self کا تعلق ہمارے جسم، نفسیات، جذبات اور عقل سے ہے۔ اور یہ self ہماری Spirit، body اور mind کے مجموعے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ Soul بدلتی رہتی ہے، کیوں کہ یہ soul انسان اور جانور میں ان کے حیوانی تقاضوں کے مشترکات کے سبب ایک ہی ہے اور یہ وقت، حالات، عمر اور مرورِ زمانہ کے سبب بدلتی رہتی ہے جیسے ہماری پسند ناپسند میں وقت کے ساتھ ساتھ فرق آتا رہتا ہے۔ جب کہ Spirit ایک بالکل الگ چیز اور طاقت ہے جس کا تعلق براہِ راست اللہ تعالیٰ سے ہے۔

قرآن مجید کی سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 85 میں روح کی حقیقت سے متعلق سوال تھا، اس کی مزید وضاحت اس آیت سے بھی ملتی ہے:

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ(۱۱)

''پھر جب میں اسے پوری طرح درست کر دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں''

روح کی غذا تلاوتِ قرآن مجید اور الہامی پیغامات اور تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے مشروط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جو کہا

گیا کہ کل نفس ذائقۃ الموت، یعنی موت، نفس کو آتی ہے مطلب یہ ہے کہ موت اس جان کو آتی ہے جو انسان اور حیوان میں مشترک ہے۔ یہاں کُلّ روح نہیں بلکہ نفس کو کہا گیا ہے۔ کیوں کہ جسم، اور اس کے مادّی تقاضے تو فنا ہو جاتے ہیں اور کچھ عرصے بعد مٹی ہو جاتے ہیں لیکن جو سزا و جزا کے معاملات ہیں ان کا تعلق روح سے ہے۔ اب اُس سزا و جزا کی کیا صورت ہو گی ۔ واللہ اعلم

یہ روح ہی درحقیقت انسان کی خودی ہے۔ جس کا تعلق اللہ سے ہے اور یہی انسان کو خلیفۃ اللہ اور اشرف المخلوقات کے درجے پر فائز کرتی ہے۔

دورِ استعمار، انسان اور نسیانِ خودی:

دورِ استعمار میں یورپ، روس، ولندیزیوں اور برطانیہ نے روئے زمین پر موجود تقریباً تمام ریاستوں بالخصوص مسلم ریاستوں کو اپنی کالونی بنالیا تھا۔ جب سینکڑوں مسلمانوں کا قتلِ عام ہوا۔ ان کے وسائل پر قبضہ کیا گیا۔ انہیں غلامی کے آداب سکھائے گئے۔ تلواروں کے ساتھ قلم کو بھی ہتھیار بنالیا گیا (نظریات تبدیل کرنے کے لیے)۔ جس میں اسلام اور مسلمانوں کی بحیثیت مسلمان مذہبی شناخت کو زوال کا سبب اور اغیار (مغربی، یوروپی افکار) کی پیروی کو عروج کی علامت قرار دیا گیا۔ اس دور میں قلمی جنگوں (کتب، رسائل، مضامین، تعلیمی نظام) کے مسلسل حملے مسلمانوں اور نئی نسل کی ذہنی تخریب کاری، افکار و نظریات کی تبدیلی کے لیے کیے گئے۔ حکومتی سطح پر ذریعۂ معاش کی بنیاد مغربی تہذیب و علوم کو بنایا گیا جس کے بعد اہلِ علم بھی نالائق ٹھہرائے گئے۔ اور اس کے بعد آنے والی نسلوں نے اغیار کی پیروی اور تہذیب ہی کو مقصدِ حیات بنایا جس کے نتیجے میں مستعمرین بالخصوص مسلمان اپنی خودی، اپنی حقیقت، کائنات کو مسخر کر دینے والی طاقت سے بالکل لاعلم ہو کر پیچھے ہو گئے۔ اسی دور میں پھر علامہ اقبال نے اپنے فلسفۂ خودی کو اُس وقت کی سب سے بڑی ضرورت سمجھتے ہوئے اپنے اشعار کی صورت میں پیش کیا تھا اور علامہ اقبال کے فلسفہ خودی کا ماخذ بھی قرآن مجید کی سورۃ الحشر کی آیت 19 ہے۔

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ (۱۲)

"اور (اے مسلمانوں دیکھنا!) تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں اپنے آپ سے غافل کر دیا۔"

اس حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم اپنی تفسیر بیان القرآن میں فرماتے ہیں:

"ہمارے لیے اس آیت کی اہمیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ علامہ اقبال کے بیان کے مطابق انہوں نے اپنا فلسفہء خودی اسی آیت سے اخذ کیا تھا۔ اگر **فَاَنۡسٰهُمۡ اَنۡفُسَهُمۡ** کے مفہوم پر غور کریں۔ کیا کوئی شخص اپنے آپ کو اس طرح بھول سکتا ہے کہ وہ خود اپنی شخصیت سے ہی واقف نہ رہے؟ کیا کوئی انسان ایسا بھی ہوسکتا ہے جسے اپنے پیٹ کا خیال نہ رہے؟ یا جسے اپنی کوئی بیماری یاد نہ رہے؟ ظاہر ہے کوئی انسان اپنے جسم اور اس کے تقاضوں سے غافل نہیں ہوسکتا۔ تو معلوم ہوا کہ حیوانی جسم کے علاوہ انسان کی کوئی اور حیثیت بھی ہے جسے وہ بھول جاتا ہے اور وہ ہے انسان کی اصل حقیقت یعنی اس کی ''روح''۔ جہاں تک انسان کے اللہ کو بھلانے کا تعلق ہے اس کا ذکر سورۃ المجادلہ کی آیت 19 میں بھی آیا ہے:

اِسۡتَحۡوَذَ عَلَيۡهِمُ الشَّيۡطٰنُ فَاَنۡسٰهُمۡ ذِكۡرَ اللّٰهِ ط

''شیطان نے ان پر قابو پالیا ہے، پس انہیں اللہ کی یاد سے غافل کردیا ہے''۔ اب آیت زیرِ مطالعہ میں ایسے لوگوں کی اس سزا کا ذکر ہے جو انہیں دنیوی زندگی میں ہی مل جاتی ہے۔ یعنی جو لوگ شیطان کے بہکاوے میں آ کر اللہ کو بھول جاتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ان کی اصل حقیقت سے غافل کردیتا ہے۔ پھر ان لوگوں کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ وہ انسان ہیں، اشرف المخلوقات ہیں یا اللہ کے بندے ہیں۔ انہیں بس یہی یاد رہ جاتا ہے کہ بہت سے حیوانات کی طرح وہ بھی ایک حیوان ہیں۔ آج ہماری جدید تہذیب بھی مختلف انداز سے ہمیں یہی سبق پڑھانے کی کوشش میں ہے کہ انسان محض ایک حیوان ہے۔ اس فلسفے کو متعارف کرانے اور پروان چڑھانے میں بنیادی کردار ڈارون کے نظریہ ارتقاء Evolution Theory نے ادا کیا ہے۔ اس تھیوری کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک حیوان اور انسان میں بنیادی فرق صرف ارتقاء کے مراحل اور مدارج کا ہے۔ جیسے گدھے اور گھوڑے میں صرف یہ فرق ہے کہ گدھا نچلے درجے کا rough coarse جانور ہے، جب کہ گھوڑا ارتقاء کا ایک مزید مرحلہ طے کر کے نسبتاً بہتر درجے میں چلا گیا ہے اور ایک refined اور تمکنت والا جانور ہے، اسی طرح کا فرق ایک گوریلے chimpanzee اور انسان میں ہے۔ یعنی گوریلے کے مقابلے میں انسان نسبتاً بہتر قسم کا جانور ہے، باقی ان دونوں کے جبلی تقاضے instincts اور محرکات motives میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جدید سائیکالوجی بھی انہی خطوط پر چل رہی ہے۔ چناں چہ آج کے سائیکالوجسٹ کو بھی محرکاتِ عمل کے حوالے سے انسان اور حیوان میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ تو جب یہ فرق مٹ گیا اور انسان اپنی اصلیت کو بھلا کر حیوان بن گیا تو گویا وہ ہر قسم کی اخلاقی پابندیوں سے بھی آزاد ہوگیا۔ انیسویں صدی کے فرنچ لٹریچر میں

بنیادی طور پر اسی نکتے کو فوکس کیا گیا ہے کہ حیوانات کی زندگی فطرت کے عین مطابق ہے' اس لیے ہم انسانوں کو ان سے سبق لیتے ہوئے اپنی زندگی کو خواہ مخواہ کے تکلفات سے آزاد کر لینا چاہیے۔ مثلاً تمام حیوانات لباس سے بے نیاز ہیں' اس کا مطلب یہ ہے کہ لباس فطرت کا تقاضا نہیں ہے' انسان کی اپنی ایجاد ہے۔ اسی طرح بیوی' بیٹی اور ماں کی تمیز بھی حیوانات میں نہیں پائی جاتی' یہ پابندی بھی انسان نے اپنے اوپر خود ہی عائد کی ہے۔ یہ ہے آج کے انسان کا المیہ! بہر حال یہ آیت ہمیں اس حقیقت سے آگاہ کرتی ہے کہ جو انسان اللہ کو بھلا دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کی حقیقت سے غافل کر دیتا ہے۔"(۱۳)

مسلمان کی خودی پر استعمار کاری کے اثرات:

پندرہوں صدی سے لے کر بیسویں صدی کے وسط تک دنیا بھر میں جو استعمار کاری کی گئی، اس کے نتیجے میں استعمار کاروں (ولندیزی، برطانیہ، فرانس، یورپ) کے افکار، تہذیب، نظریات، زبان، معاشرت، سوچ، انداز، اطوار، تعلیم، معیار کا اثر ان تمام افراد پر ہوا جو استعمار کاری کی زد میں آئے اور ان حالات کے تجربات سے گزرے۔ جب مستعمرین پر نوکریوں اور ذریعہء معاش کے تمام دروازے بند کر دیے گئے اور صنعتی انقلاب کے فروغ کے لیے ماہر کاری گروں کی کاری گری کو ختم کرنے کے لیے تشدد کیا گیا۔ مثلاً: ڈھاکہ میں ململ کا کپڑا ہاتھ سے تیار کیا جاتا تھا اور اس کی نرمی اور معیار پوری دنیا میں مشہور تھی کہ پورا تھان انگلی کی انگوٹھی کے اندر سے نکل جائے، اس ململ کے کپڑے کو تیار کرنے والے بنگالی کاریگروں کے انگوٹھے انگریزوں نے گنڈاسے سے کٹوا دیے تھے تاکہ فیکٹری سے تیار کیا گیا کپڑا ہی فروخت ہو۔(۱۴)

تو ان حالات میں مستعمرین نے روزگار کے حصول کے لیے ان چیزوں کی جانب رجحان اور توجہ کی جو استعمار کاروں کی طرف سے نوکری کے لیے لازم اور معیار تھے۔ یہاں سے مستعمرین بالخصوص مسلمانوں کے mindset تبدیل کرنے کا آغاز ہوا۔ ان تمام چیزوں کی پلاننگ مستشرقین Orientalist کی جانب سے ہوتی تھی جب کہ اس پر عمل استعمار کار کرتے تھے۔ چوں کہ خلافتِ عثمانیہ اور حکومتِ مغلیہ کا خاتمہ ہو چکا تھا، جس کے بعد استعمار کار حاکم اور مستعمرین محکوم و مغلوب ٹھہرے اور ان تمام عوامل نے محکوم و مغلوب کو اپنی خودی، خود شناسی، انسان کی اپنی حقیقت، will power، درست مقاصد کا تعین، ذہنی وسعت، نظریات، ترقّی کا معیار، صلاحیت ہر چیز سے اس قدر لاعلم کر دیا کہ اِن حالات کے اثرات نیا آنے والی نسلوں میں بھی اس کا ثر ڈالا اور اب اِن نسلوں میں اپنے اپنے مما لک کے قیام کے بعد بھی مابعدِ استعمار (مابعدِ جدیدیت میں) خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی صلاحیت، یا اپنے اسلامی اقدار کا دفاع کرنے کی جانب پیش قدمی کرنے کی ہمت ہی

نہیں ہوتی۔اتنے عرصے بعد بھی ہمارے نوجوانوں کی حیثیت اب صرف کٹھ پتلی کی سی رہ گئی ہے۔نوجوان کسی بھی قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں اور آئندہ مستقبل کے لیے مضبوط بنیاد ہوتے ہیں۔ لیکن استعمار اور مابعدِ استعمار کے اثرات نے ہمارے نوجوانوں کو ان نظریات کا followers بنادیا ہے جس کے بانی استعمار کار قوّتیں تھیں۔کسی بھی بحث ومباحثے یا مغربی افکار سے متعلق اگر نوجوانوں سے ان نظریات کے حق میں دلیل مانگی جائے تو وہ فوراً مغرب کا حوالہ دیتے ہیں کہ مغرب بھی تو اتنی ترقی کر رہا ہے،لہٰذا اسی طرح کی ترقّی کے لیے ضروری ہے کہ مغرب کے نظریات وافکار کو لیا جائے اور اپنایا جائے تا کہ ہمارے ہاں بھی ترقّی ہو۔یعنی ہمارے نوجوانوں کے پاس اپنا خود کا کوئی نظریہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ دوسروں کے خیالات کے دفاع میں کھڑے ہیں اور بہ طورِ فیشن وہ ان نظریات کو Promote کررہے ہیں،جس کی حقیقت، وجوہات اور بنیاد کا علم خود اُن Followers کو بھی نہیں ہے،وہ محض اس اندھی تقلید میں as a toolاستعمال کیے جارہے ہیں،اور اپنی خودی سے دور ہوتے جارہے ہیں۔

خود شناسی کی تلاش،خودی کی حقیقت اور انسان:

مذکورہ بالا میں دو چیزیں واضح ہوئیں کہ زندگی گزارنے کا ایک پیراڈائم ،الہامی ہے۔لیکن عصرِ حاضر میں ایک دوسرا پیراڈائم وہ ہے جو استعماری قوّتوں سے ملا ہے،یعنی مادّیت پرستی۔دورِ استعمار میں نت نئے افکار سامنے آئے۔چوں کہ صنعتی انقلاب کو فروغ دینے میں استعمار کاروں نے اپنی محنت اور قوّت صَرف کی اور استعمار کاری کو فروغ دیا، چناں چہ مقصدِ حیات مادّی عناصر ٹھہرائے گئے۔جس کے بعد وہ افکار سامنے آئے جس میں روح کا انکار کیا گیا۔اور مرکزیت مادّیت اور مادّی تقاضوں کو دی گئی۔زندگی کی ساری محنتوں میں مرکزیت نفس پرستی، عقل پرستی اور مادّہ پرستی کو دی گئی۔چوں کہ عقل، روح کو نہیں دیکھ سکتی چناں چہ عقل نے روح کا انکار کیا۔نفس پرستی میں لذّت ہے اور روح کو بیدار و بلند کرنے میں مشقّت ہے، جدوجہد ہے، نفس کی خلاف ورزی ہے،اسی لیے روح کو پسِ پشت ڈال دیا گیا۔اور اس کے نعم البدل میں ترجیح مادّیت یعنی ایسے عناصر کو دی گئی کہ جس کا فائدہ یا returnانسان اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے اور اس کی لذّت سے لطف اندوز ہوسکے۔لہٰذا، روح کا سرے سے انکار ہی کر دیا گیا اور نفسِ انسانی کو ہی روح کے تعارف سے متعارف کروایا گیا اور انسان کی حقیقت ٹھہرایا گیا۔یہی وجہ ہے کہ دورِ استعمار میں ان تمام کو مغلوب ومحکوم مستعمرین کی اکثریت نے قبول کیا، کیوں کہ ملازمتوں، تعلیمی اداروں، سیاست، عہدوں میں استعمار کاروں کا لایا گیا نظام تھا جس کو بالجبر اختیار کرنا اس وقت کے مستعمرین بالجبر اختیار کرنا اس وقت کے مستعمرین کی

مجبوری تھی پھر وہ مجبوری ان کی زندگی کے Routine میں شامل ہوئی اور پھر اس عادت پر وہ سب آہستہ آہستہ راضی ہوتے چلے گئے۔

بیسویں صدی کے وسط کے بعد سے مابعدِ استعمار کے دور میں زندگی گزاری جا رہی ہے اور اس کے اثرات اب آنے والی نسلوں میں اس قدر پیوست ہو چکے ہیں کہ ان کی تقلید کو ماڈرن ہونا، معیاری ہونا، فیشن اور زمانے کے ساتھ چلنا تصوّر کیا جاتا ہے۔اس کی سب سے بڑی مثال انگریزی زبان ہے انگریزی محض زبان ہے لیکن اکثریت کی جانب سے جتنی کوشش اور پیسہ اس زبان کو سیکھنے میں خرچ کیا جاتا ہے وہ کوشش کسی اور زبان کو سیکھنے کے لیے نہیں کی جاتی۔ کیوں کہ یہ استعمار کاروں کی زبان رہی ہے۔

خاتمہ کلام:

الہامی پیراڈائم کے مطابق روح ایک ایسی حقیقت ہے جو باقاعدہ اپنا وجود رکھتی ہے۔اس کے اپنے مقاصد ہیں۔اس کی اپنی غذا ہے۔اس کی اپنی ایک طاقت ہے۔اس کا ہدف بلندی ہے۔اس میں لطافت ہے۔اور یہ روح اتنی بڑی طاقت ہے کہ جب اس کی غذا کو ملحوظ رکھا جائے تو نتیجتاً یہ اتنی طاقت ور ہو جاتی ہے کہ انسان کے مادّی جسم مٹّی کو بھی اپنے مزاج میں ڈھال لیتی ہے۔ بظاہر تو وہ مٹی کا جسم ہی نظر آتا ہے لیکن پھر وہ ان مادی تقاضوں کی بہ ضرورت ہی ضروریات پوری کرتا ہے کیوں کہ مٹّی میں یہ خصوصیت ہے کہ وہ ہر ساخت میں بآسانی ڈھل جاتی ہے۔اور انسان کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے۔

روح ہی درحقیقت انسان کی خودی ہے۔ کیوں کہ یہ روح ہی انسان کو اس کی حقیقت سے آگاہ کرتی ہے کہ وہ خود کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السّلام کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصد تزکیۂ نفس بھی تھا یعنی نفس پر آنے والے مادی تقاضوں کی بھرمار سے اس کو پاک کیا جائے۔ حلال و حرام کی تفریق کو سمجھا جائے، حلال کو اختیار کیا جائے، منفیت سے بچا جائے کیوں کہ نفس پرستی کو اختیار کرنے میں انسان مقصدِ حیات سے غافل ہو جاتا ہے۔تو ان سب سے پاکی انسان کو اس کی روح کی لطافت کے قریب کرتی ہے۔خودی انسان کی حقیقت ہے۔خودی کی تلاش سے مراد یہ ہے کہ وہ یہ سوچے کہ اس کائنات میں انسان کا وجود کیوں ہے؟ اس کے وجود کی بنیادی وجوہات کیا ہیں؟ وہ ابھی اس دنیا میں کیوں ہے؟ وہ کیا کر رہا ہے؟ کیوں کر رہا ہے؟ کس لیے کر رہا ہے؟ کس کے لیے کر رہا ہے؟ ان سوالوں کے جوابات ہمیں بتا دیے گئے ہیں۔لیکن ان جوابات کا درست فہم اپنے پورے essence کے ساتھ ہمیں اسی صورت میں حاصل ہوتا ہے کہ جب ہم تجربات کی ان بھٹّیوں سے گزرتے

ہیں جہاں ہماری کیفیات، معاملات، سوچ، طبعیت، دکھ، آزمائش کو سمجھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ یہ بہت مشکل ترین کیفیت ہوتی ہے جس سے گزرتے وقت کے لمحات انسان کے لیے کسی اذیت سے کم نہیں ہوتے، اس کے قریب تو بہت لوگ ہوتے ہیں لیکن جس درد میں وہ مبتلا ہے اس کا مطلوبہ مسیحا اسے کوئی نہیں ملتا اس درد سے گزرنے کے بعد اُسے آہستہ آہستہ یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اِس دنیا میں اکیلا، تنہا آیا ہے اور اُسے تنہا اور اکیلا جانا بھی ہے۔ تمام تر رابطے، تعلقات عارضی اور وقتی ہیں جن کی بنیاد کسی نہ کسی غرض یا مفاد پرستی پر ہے۔ جب مطلوبہ غرض پورا ہوجاتا ہے تو رابطوں میں فاصلے آتے چلے جاتے ہیں اسی تکلیف دہ کیفیات سے گزرنے کے دوران پیش آنے والے تجربات انسان کو سکھاتے ہیں کہ وہ خود کیا ہے۔ اور کس طرح سے اپنے بل پر، بغیر کسی انسان کے سہارے اور مدد کے خود اپنی مدد آپ کے تحت تنہا وہ کام کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ اس طرح وہ اپنی حقیقت سے آشنا ہوتا ہے جو اصل میں اُس کی روح کی حقیقت ہوتی ہے۔ اور اس روح سے واقف ہو کر وہ اپنے رب کو پہچانتا ہے۔ اس کا انحصار صرف اللہ کی ذات پر ہوجاتا ہے اور غیر اللہ سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔ پھر اس کے ہر عمل کا مقصد، مرکز رضائے الٰہی ہوجاتا ہے۔ پھر وہ بندوں کو متاثر کرنے کے لیے اپنی محنت صَرف نہیں کرتا بلکہ اپنے آپ کو بہتر سے بہتر بنانے پر محنت کرتا ہے۔

اور خودی کا سفر فوراً سے ہی طے نہیں ہوجاتا بلکہ یہ وقت طلب ہے جنہیں تکلیف دہ تجربات سے گزرنے اور انہیں سہنے کے بعد ہی انسان طے کرنے کے اہل ہو پاتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے انسان اپنا مشاہدہ بڑھائے، کائنات پر غور کرے اور اللہ سے قربت حاصل کرے یہاں تک کہ وہ ایک مضبوط انسان بن جائے۔ ان سب کے لیے ضروری ہے کہ انسان استعمار یا فکار کی تقلید سے پیچھے ہٹے، اور اگر system ہی استعمار کاروں کا بنایا گیا ہو تو ان اثرات کو اپنے اوپر کسی صورت حاوی نہ ہونے دیا جائے۔ یہاں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ روح تو تمام تر انسانوں میں ہے تو وہ لوگ جو اللہ کا انکار کرتے ہیں ان کی خودی کا کیا ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے وہ اپنی صلاحیت کو پہچاننے کے بعد عمل کرتے ہیں، محنت کرتے ہیں اور تسخیرِ کائنات بھی کرتے ہیں لیکن خودی کو پہچاننے کے بعد روح کی لطافت، بلندی اور سکون کا وہ احساس جس طرح ایک مسلمان کو حاصل ہوتا ہے وہ احساس کسی کافر کے حصّے میں نہیں آتا۔ اس بات کو نہ سمجھنے والوں کے لیے یہ جواب ہے کہ اس کا تعلق تجربے سے بھی ہے۔ اور یہ خودی کا سفر کہیں ٹھہرتا نہیں ہے بلکہ تا حیات جاری رہتا ہے۔ اور یہ سفر ان لوگوں کے حصّے میں آتا ہے اپنی حقیقت وخودی کو پہچان لیتے ہیں۔

حوالہ جات:

۱: قومی انگریزی اردو لغت، ڈاکٹر جمیل جالبی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1996ء، ص:389-399

۲: درسی اردو لغت، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، پاکستان، 2012ء، ص:31-32

۳: اردو لغت (تاریخی اصولوں پر)، ترقی اردو بورڈ، کراچی، 1977ء، ج:1، ص:454

۴: ebsters Encyclopedia Unabridged Dictionary Of The English Language, Deluxe Edition), PHR Press, New York, 2001, Page No:405.

۵: Webster's Third New International Dictionary Of The English Language Unabridged, Merriam Webster INC. Publishers, U.S.A, 1993, page 447.

۶: Compton's By Encyclopaedia Britannica, Encyclopaedia Britannica, U.S.A., 2005, Page:555

۷: جوہر، محمّد دین، ہم عصر الحاد پر ایک نظر، مشمولہ: الحاد ایک تعارف، کتاب محل، لاہور، 2017ء، ص:23-22

۸: القرآن، سورۃ البقرۃ: آیت:30

۹: احمد، ڈاکٹر اسرار، تفسیر بیان القرآن، ج:1، تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:

http://equranlibrary.com/tafseer/bayanulquran/2/30 Retrieved on 18-09-2021

۱۰: القرآن، سورۃ بنی اسرائیل: آیت:85

۱۱: القرآن، سورۃ الحجر، آیت:29

۱۲: القرآن، سورۃ الحشر، آیت:19

۱۳: احمد، ڈاکٹر اسرار، تفسیر بیان القرآن، ج:7، تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:

http://equranlibrary.com/tafseer/bayanulquran/59/19 Retrieved on:18-09-2021

۱۴: غازی، ڈاکٹر محمود احمد، اسلام اور مغرب۔ موجودہ صورتِ حال، امکانات، تجاویز، مشمولہ: خطباتِ کراچی، مرتّب: ڈاکٹر سیّد عزیز الرّحمٰن، زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی، 2012ء، ص:30

ماحولیاتی آلودگی اور ہماری ذمہ داریاں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

☆حسین بانو

کن فیکون سے وجود میں آنے والی اس خوبصورت وحسین کائناتِ ارضی وسماوی کی رب ذوالجلال نے تخلیق فرمائی زمین کو لہلہاتی فصلوں اور کھیتیوں، سرسبز وشاداب جنگلات، عقل وخرد اور دل ونگاہ کو موہ لینی والی آبشاروں، دریاؤں اور سمندروں، اونچے اونچے پہاڑوں اور لمبے لمبے قد آور درختوں، خوشبودار پھولوں اور پھلوں، خوشوں والی کھجوروں اور بھوسے والے اناج سے مزین فرمایا، فضامیں چرند، پرند، ارض پر جمادات ونباتات، حیوانات پیدا کیئے، کتنی عظمت اور بزرگی والی ہے وہ ذات جس نے متعدد آسمانی کرّے باہمی مطابقت کے ساتھ طبق درطبق پیدا فرمائے، اوراسی نے آسمانِ دنیا کو چراغوں (یعنی ستاروں اور سیّاروں) سے آراستہ کیا اور ہر سماوی کائنات میں اس نے ایک نظام ودیعت فرمایا اور نظامِ تخلیق میں کوئی بھی ذرا بھر بے ضابطگی اور عدمِ تناسب نہیں رکھا کہ ایک کا نظام دوسرے میں مداخلت کر سکے۔ روئے زمین پر انسان اللہ تعالیٰ کی اشرف المخلوقات اور خلیفہ ہے، انسان کو اللہ تعالیٰ نے مخدوم الخلائق کے منصب پر فائز کیا ہے اس کے لئے اس کائنات میں موجود تمام موجودات کو مسخر کردیا گیا۔

”هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُم مَّا فِیْ الارْضِ جَمِیْعاً ثُمَّ اسْتَوَیٰ اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰاتٍ وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ“(1)

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں تمہارے لئے پیدا کی ہیں پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا تو ان کو ٹھیک سات آسمان بنادیا اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ أَن تَقَعَ عَلَى

☆ ڈاکٹر، لیکچرر، بحریہ کالج IOBM یونیورسٹی

الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَؤُوفٌ رَّحِيمٌ (۲)

ترجمہ: ''کیا تم نہیں دیکھتے کہ کہ جتنی چیزیں زمین میں ہیں (سب) اللہ نے تمہارے زیرِ فرمان کر رکھی ہیں۔ اور کشتیاں (بھی) جو اسی کے حکم سے دریا میں چلتی ہیں۔ اور وہ آسمان کو تھامے رہتا ہے کہ زمین پر (نہ) گر پڑے مگر اس کے حکم سے۔ بے شک اللہ لوگوں پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ کائنات کے ساتھ ہی ایک مضبوط نظام عطا فرما کر پوری کائنات کو محفوظ و مامون بنا دیا جس پر قرآن مجید کی کئی آیاتِ مبارکہ سے استشہاد لیا جا سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُوماً لِّلشَّيَاطِينِ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ''(۳)

'اور بے شک ہم نے سب سے قریبی آسمان کائنات کو (ستاروں، سیاروں، دیگر خلائی کرّوں اور ذرّوں کی شکل میں) چراغوں سے مزیّن فرما دیا ہے اور ہم نے ان (ہی میں سے بعض) کو شیطانوں (یعنی سرکش قوتوں) کو مار بھگانے (یعنی ان کے منفی اثرات ختم کرنے) کا ذریعہ (بھی) بنایا ہے اور ہم نے ان (شیطانوں) کیلئے دہکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَى فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَحِفْظاً ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ''(۴)

''پھر دو دِنوں (یعنی دو مرحلوں) میں سات آسمان بنا دیئے اور ہر سماوی کائنات میں اس کا نظام ودیعت کر دیا اور آسمانِ دنیا کو ہم نے چراغوں (یعنی ستاروں اور سیّاروں) سے آراستہ کر دیا اور محفوظ بھی (تاکہ ایک کا نظام دوسرے میں مداخلت نہ کر سکے)، یہ زبردست غلبہ (وقوت) والے، بڑے علم والے (رب) کا مقرر کردہ نظام ہے''۔ مزید ''سورۃ الرحمٰن'' میں ارشادِ خداوندی ہے:

''الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ''(۵)

''سورج اور چاند (اسی کے) مقرّرہ حساب سے چل رہے ہیں''۔

یعنی یہ سورج اور چاند مقررہ حساب کے مطابق حرکت کر رہے ہیں جو منزلیں اور بروج ان کیلئے مقرر ہیں نہ ان سے تجاوز کرتے ہیں اور نہ روگردانی، اپنے اپنے مدار میں مصروف سیر ہیں کیا مجال کہ سرمو دائیں یا بائیں سرکیں یا لمحہ بھر کی بھی تقدیم و تاخیر کریں۔ کیا ہی انوکھا، عجیب تر اور حیرت کن نظم وضبط نظام شمسی میں رکھا ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح الانصاری الخزرجی شمس الدین القرطبی (التوفی: 671ھ)' میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قَـالَ ابـنُ عَبَّـاسٍ وَقَتَـادَـةُ وَاَبُو مَالِـكٍ: ای يَجرِيَانِ بِحِسَابٍ فِی مَنَازِلَ لَا يعدُوَانِهاَ اَوَلَا يَـحِيـدانِ عَـنهَا .''حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) حضرت قتادہ (رضی اللہ عنہ) اورابو مالک (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ وہ (سورج اور چاند) حساب سے (اپنی اپنی) منازل میں چلتے ہیں اوران سے تجاوزنہیں کرتے اور نہ ہی ان سے علیحدہ ہوتے ہیں(یعنی اپناراستہ تبدیل نہیں کرتے)''(٦)

اسی نظام کی پابندی کے باعث وقت پرموسم بدلتے ہیں، وقت پر دن طلوع ہوتا ہے اوررات آتی ہے، ہر روز مقررہ وقت پران کا طلوع وغروب ہوتا ہے، اسی سے ماہ وسال کا حساب بنتا ہے۔اگراس نظام میں ذرا سا بھی خلل آجائے تو ساری کائنات چشم زدن میں درہم برہم ہوجائے۔الغرض پوری کائنات میں جس جانب بھی نظر دوڑائیں ہر ذرے اور ہر کُرے میں مکمل نظم وضبط پایا جاتا ہے ہر قدرتی نظام میں ایک توازن پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے ہر چیز میں ایک نکھاراورتروتازگی ہے۔انسان نے جب بھی اس توازن کو عدم توازن میں لانے کی کوشش کی اس کومنفی اثرات بھگتنے پڑے۔تو واضح یہ ہوا کہ تخلیقِ کائنات،کوئی کمی،کوئی کجی،کوئی نقص بلکہ ہرقسم کی آلودگی سے پاک ومبرا ہے۔

ماحول کے معنی ومفہوم:

ماحول بنیادی طور پرعربی زبان کا لفظ ہے اس کا مادہ اشتقاق ح۔و۔ل۔حَوْلٌ جس کے معنی اردگرد کا علاقہ ہے انگریزی میں اس کو(ECOLOGY)اور(ENVIRONIENT) سے تعبیر کیا جاتا ہےENVIRONIENT سے مراد کوئی بھی ماحول ہوسکتا ہے وہ خلا بھی ہوسکتی ہے ،زمینی فضا بھی ہوسکتی ہے اور کسی ستارے کا جھلستا ہو ابیرونی حصہ بھی یعنی ENVIRONIENT کے تحت بیان ہونے والے کسی بھی ماحول میں زندگی کی کوئی شرط نہیں اس کے برعکس ECOLOGY ایک وسیع البنیاد اصطلاح ہے پینگوئن ڈکشنری آف سائنس (۲۰۰۹ء) کے مطابق ECOLOGY سے مراد جانداروں کا ایسا مطالعہ ہے جو اردگرد کے ماحول (اوراس ماحول میں موجود دیگر جانداروں) سے ان کا تعلق کو مدِنظر رکھتے ہوئے کیا جائے ،چند سالوں سے سائنسی جرائد میں ENVIRONIENT کے لئے ماحول اور ماحولیات جبکہ ECOLOGY کے لیے''حیاتی ماحول''اور''حیاتی ماحولیات''کے اردو مترادفات اختیار کئے جارہے ہیں(۷)

ماحول کے لغوی معنی اردگرد کے ہیں ہر وہ چیز جو جاندار پر اپنا اثر رکھتی ہوا سے ماحول کہتے ہیں مجموعی طور پر زمین فضا اور پانی کو

ماحول کہتے ہیں، جس میں تمام حیاتیاتی ،طبعیاتی اور کیمیائی اجزاء شامل ہوتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جو کچھ دنیا اور کائنات میں ہے۔ ماحولیات دراصل ماحول کے مطالعے کو بھی کہتے ہیں جس سے ہمیں تمام عوامل اجزاء اور عناصر اور ان کی خصوصیات و کمزوریوں کے بارے میں پتا چلتا ہے۔ ماحول کا مطالعہ دراصل حیاتیات، ارضیات، جغرافیہ، تاریخ، معاشیات، حیاتیاتی فنون ،ارضی سائنسی اور آبی مطالعہ پر مشتمل ہوتا ہے۔

مشہور ماہر لسانیات شان الحق حقی کی رائے میں ماحول کے معانی یوں بیان کیے گئے ہیں: فضا اور آس پاس کی صورتحال، صحبت ،کیفیت، موسمی یا سماجی حالات اور ماحولیات سے مراد زمین کے آس پاس کی ہوا، نیز روئے زمین کا بقائے انواع کے نقطہ نظر سے مطالعہ ہے''۔(۸)

Envirnmental studies کے مصنف رقمطراز ہیں:

The environments refers to the surroundings of anorganism,which have direct influence on the activties of that organism.The envirnment covers both the physical or abiotic and the living or biotic factors. The aboiotic factor include soil water,air chemicals,etc.The biotic factors include all the plants,animals and microbes present in the surroundings.S.K Agerwal,Environmental stidies,New Dehli:Narosa publishing House.

ڈاکٹر محمد رفیق خان ماحول کا اصطلاحی مفہوم ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: ''کسی شے یا جسم کا ماحول، اس کے اردگرد کی موجودات اور ان کی سرگرمیاں ہوتی ہیں جن کے حوالے سے اس کی خصوصیات کا اوصافی اور مقداری جائزہ لیا جاسکے۔ بالفاظ دیگر کسی چیز یا جسم کا ماحول وہ حالات ہوتے ہیں جس کے اندر وہ چیز یا جسم موجود ہو یا سرگرم عمل ہو''۔(۹)

لفظ ماحول قرآن میں ۲۵ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد ربانی ہے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَاراً فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُونَ (۱۰)

ان (منافقین) کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی پھر جگمگا اٹھا اس کا آس پاس تو اللہ ان کا نور لے گیا اور انہیں

گھپ اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں دیکھتے''۔اس آیت کی رو سے''ماحول'' کا لغوی مفہوم آس پاس، اردگرد موجود اشیاء پر دلالت کرتا ہے۔

لغۃ القرآن (عربی،انگلش) کا مصنف رقمطراز ہے Adverbial expressions meaning round and "from around" مِنۡ حَوۡلِی ہے۔لفظ ماحول کے بارے میں سابقہ بحث سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ لفظ انسان کی ساری زندگی محیط ہے جس میں انسان کی اندرونی جسمانی عوامل،تہذیب وتمدن، مادی وروحانی ضروریات اور بیرونی کیمیائی عوامل شامل ہیں۔

آلودگی کے معنی مفہوم:

ماحول اور ماحولیات کے معنی ومفہوم واضح ہو جانے کے بعد اب اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ آلودگی کیا ہے؟ انجینئر مقتاز حسین لکھتے ہیں:

''زمین، پانی اور فضا کو ضائع شدہ مادوں سے گندا کرنے کے عمل کو آلودگی کہتے ہیں۔آلودگی ان طور طریقوں کا مجموعہ ہے جن کی وجہ سے ہر جاندار اور ذی روح اپنے ماحول کو پراگندہ اور ناقابل استعمال بنا دیتا ہے۔آلودگی سے مراد وہ تمام مادے ہیں جو زمین، پانی اور فضا میں داخل ہوکر ان کے کیمیائی،طبعیاتی، جوہری اور حیاتیاتی نظاموں میں تبدیلی پیدا کردیں تاکہ وہ آلودہ ہو کر انسان،حیوانات اور نباتات وغیرہ کے لئے مضر صحت ثابت ہوں۔''(۱۱)

مس عنبرین رفیق اپنی کتاب''ماحولیاتی آلودگی'' میں رقمطراز ہیں کہ:''ماحول کو آلودہ کرنے والے عناصر مضر حیاتیاتی،طبعی یا کیمیائی اثرات کے نتیجے میں ظاہر ہونے والی ماحولیاتی تبدیلیاں''ماحولیاتی آلودگی'' کہلاتی ہے''۔(۱۲)

ماحول سے واقفیت کے بعد ہمیں ان چیزوں کا جاننا ضروری ہے جس سے یہ ماحول خراب ہو رہا ہے اس کو آلودگی کہا جاتا ہے اس کو ہم آسان الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ماحول میں کسی قسم کا نقصان دہ مادہ مل جانے کو آلودگی کہا جاتا ہے کیمیائی مواد کے دریاؤں میں گرنے ،زہریلے دھویں کی فضا میں آمیزش چاہے وہ گاڑیوں کا ہو یا صنعتوں کا، کچرے کے جلنے سے اٹھنے والے دھویں اور دیگر عوامل مل کر آلودگی پیدا کرتے ہیں۔آلودگی پھیلانے کے جارحانہ اقدامات میں گھروں وصنعتوں سے نکلنے والے کوڑے کرکٹ کو سمندر میں پھینکنا،صنعتوں کے زہریلے مواد کو دریاؤں وجھیلوں میں گرانا،ہسپتالوں سے نکلنے والے ضرر رساں مادوں کو بکھیرنا شامل ہیں۔

انسانی صحت کے لیے کھلی فضا اور صاف ہوا میں سانس لینا بہت ضروری ہے لیکن اس ترقی یافتہ اور سائنٹیفک دور میں انسان کو نہ صاف ہوا میسر ہے اور نہ ہی کھلی فضا۔ اس جدید ترین دور میں انسان آلودہ زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ اس آلودہ زندگی سے انسان نہ صرف بے شمار بیماریوں کا شکار ہو رہا ہے بلکہ اسے ایک فعال زندگی گزارنے کی بجائے ذہنی کوفت میں مبتلا ہو رہا ہے۔ بڑھتی ہوئی ماحولیاتی آلودگی کی سب سے بڑی وجہ فضائی آلودگی ہے جو ایک صحت مند معاشرہ تشکیل دینے میں بڑی رکاوٹ بن رہی ہے۔ کیمیائی طور پر تیار کی گئیں اشیا اور دیگر مختلف قسم کے کچرے کو جب ملایا جاتا ہے تو اس سے نکلنے والا دھواں فضائی آلودگی کا باعث بنتا ہے اور اس سے نکلنے والی زہریلی گیس اور ذرات فضا میں شامل ہو جاتے ہیں، سڑکوں پر رواں دواں دھواں اڑاتی ہوئی گاڑیاں فضائی آلودگی میں اضافہ کا باعث ہیں۔ قحط اور جنگوں کے بعد دنیا میں سنگین ترین مسئلہ آلودگی ہے تاہم اس کے نتائج فوری نہیں بلکہ آہستہ آہستہ اور انفرادی سطح پر نمایاں ہوتے ہیں جب کہ آلودگی سے پھیپھڑوں اور جلد کے سرطان کے علاوہ ہیپا ٹائٹیس جیسی خطرناک بیماریاں ہو سکتی ہیں اس کے علاوہ آبی آلودگی سے کینسر، پیٹ اور ہڈیوں کے امراض، شور کی آلودگی سے اعصابی اور زمینی آلودگی سے دمہ، تپ دق، اور ہیضہ جیسی بیماریاں ہونے کا خطرہ کئی گنا تک بڑھ جاتا ہے۔ ماہرین ماحولیات نے تشویش کا اظہار کرتے سے اضافہ ہوا ہے۔ ہمارے یہاں روش چل پڑی ہے کہ ہر معاملے میں گاڑی کا استعمال کیا جاتا ہے جب کہ ان سڑکوں کے اردگرد اور درمیان میں سبزہ اور ماحول دوست پودوں کی کمی ہے۔ علاوہ ازیں گاڑیوں کی موزوں مینٹیننس کا نہ ہونا بھی ماحول کی خرابی کا سبب ہے... بجلی کی پیداوار کے لیے استعمال کیے جانے والے ذرائع بھی فضائی آلودگی میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں جو لوگوں کو وقت سے پہلے ہی موت کی جانب دھکیل رہے ہیں۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ بجلی کی پیداوار کے لیے قدرتی ذرائع استعمال کیے جائیں تا کہ ماحولیاتی آلودگی میں کمی واقع ہو۔ دنیا کے دیگر ممالک کی طرح پاکستان میں بھی اس حوالے سے اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ سندھ میں جھمپیر کے مقام پر ہوا کے ذریعے بجلی حاصل کرنے کے لیے امریکی ادارے اویپک کے تعاون سے منصوبہ پر کام کیا جا رہا ہے اور پاکستان کے قبائلی علاقے جنوبی وزیرستان میں گومل زام ڈیم کے ذریعے بجلی کی پیداوار کے لیے غور کیا جا رہا ہے جو ماحول دوست اقدامات کی کڑی ہے۔

عام تاثر ہے کہ جوہری بم سے کئی گنا خطرناک گلوبل وارمنگ کا بم ہے جس کے اثرات سے کرہ ارض خطرات میں گھیرا ہوا ہے۔ ماضی کی نسبت اب موسم گرما میں گرمی کی عمومی صورتحال شدید ہو رہی ہے اور گرمی شدت سے بڑھ رہی ہے جب کہ سردیوں کا موسم سکڑتا جا رہا ہے۔ موسمی تغیر کے باعث مختلف ممالک میں طوفانی بارشوں، سیلابی ریلوں، سمندری طوفان سے ہونے والے

نقصانات میں اضافہ ہو رہا ہے اور کہیں قحط اور خشک سالی کی صورتحال دکھائی دے رہی ہے۔ یہ سب دراصل گلوبل وارمنگ ہی کا نتیجہ ہے۔ آب و ہوا کی تبدیلی کی وجہ سے زراعت متاثر ہو رہی ہے اور خوراک کی قلت بھی بڑھ رہی ہے۔ دوسری جانب صنعتی پیداوار بھی متاثر ہو رہی ہے کیوں کہ اکثر اشیا کی تیاری میں خام مال زرعی شعبے سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق آب و ہوا کی تبدیلی سے دنیا کی مجموعی اقتصادی پیداوار میں 1.6 کی کمی واقع ہوئی ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ کرہ ارض کے تمام مسائل اور مشکلات کا سب سے بڑا سبب یہاں بسنے والے انسان ہیں۔ سڑکوں پر دھواں اڑاتی گاڑیاں، کارخانوں کی دھواں اگلتی چمنیاں، کیمیکل پلانٹس سے خارج ہوتا زہریلا پانی گرین ہاؤس گیسوں کے خاتمے کی وجہ سے بن رہا ہے۔ علاوہ ازیں بڑے پیمانوں پر جنگلات کی کٹائی کرہ ارض کے توازن میں بگاڑ کا باعث ہے جب کہ یہی درخت فضا میں موجود کاربن گیسوں کو دوبارہ زندگی بخش آکسیجن میں تبدیل کرتے ہیں۔ اب ہمارا بنیادی اور اہم فریضہ ہے کہ ہر شخص اپنی سہولت کے مطابق ایک پودا لگائے جو صدقہ جاریہ کے ساتھ ساتھ فضائی خوشگواری کا ذریعہ بھی ہے۔ پولی تھین بیگز کا استعمال کم سے کم اور ری سائیکلنگ اشیا کا استعمال کیا جائے تاکہ کچرا بننے کے امکانات کم سے کم ہوں۔ نیشنل فورم آف انوائرمنٹ اینڈ ہیلتھ کے صدر نعیم قریشی نے کچرا جمع ہونے پر کہا ہے کہ کراچی میں روزانہ کی بنیاد پر 10 ہزار ٹن کے قریب کچرا ٹھکانے لگانے میں انتظامی مشینری ناکام ہے۔ لہٰذا عام آدمی اپنے معاملات میں بہتری لائے تاکہ زندگی کو خوشگوار بنایا جا سکے۔

موجودہ زمانے میں ماحولیاتی آلودگی۔۔ماہرین و مفکرین کی آراء پر تحقیقی نظر

آج کا ہر صاحبِ شعور فرد جس کو اس دھرتی سے پیار ہے وہ اس کی خوبصورتی اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی آباد دیکھنا چاہتا ہے لیکن موجودہ دور میں یہ خوبصورتی خطروں کا شکار ہے ہم مختلف آرا سے اس کو سمجھ سکتے ہیں۔ بی بی سی کی رپورٹ کے مطابق: ''عالمی ادارہ صحت نے فضائی آلودگی کو صحتِ عامہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ قرار دیا ہے۔ ڈبلیو ایچ او کا کہنا ہے کہ بیرونی فضائی آلودگی چین اور بھارت، پاکستان جیسے ممالک کے لیے بڑا مسئلہ ہے جہاں تیزی سے صنعت کاری ہو رہی ہے۔ کنگز کالج لندن کے ماحولیاتی تحقیقاتی گروپ کے ڈائریکٹر فرینک کیلی کا کہنا ہے کہ 'ہم سب کو سانس لینا ہوتا ہے اس لیے ہم اس آلودگی سے بچ نہیں سکتے۔ ماہرین کے مطابق فضائی آلودگی کی وجہ سے سانس کے ساتھ ہمارے پھیپھڑوں میں ایسے ننھے ننھے ذرات چلے جاتے ہیں جو بیماری کا باعث بنتے ہیں۔ سائنسدانوں کے خیال میں فضائی آلودگی دل کی سوجن کی وجہ بھی بنتی ہے جس کی وجہ سے دل کا دورہ پڑنے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ ڈبلیو ایچ او کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ دنیا میں

2012 میں 43 لاکھ اموات گھروں کے اندر کی فضا کی آلودگی خصوصاً ایشیا میں لکڑیاں جلا کر یا کوئلوں پر کھانا پکانے کے دوران اٹھنے والے دھویں کی وجہ سے ہوئیں جبکہ بیرونی فضا میں آلودگی کی وجہ سے مرنے والوں کی تعداد 37 لاکھ کے لگ بھگ رہی جن میں سے 90 فیصد کے قریب ترقی پذیر ممالک تھے۔اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم ماسک پہن کر یہ پیغام دیتے ہیں کہ ہم آلودہ فضا میں سانس لینے کے لیے تیار ہیں جبکہ ہمیں آلودگی ختم کرنے کے لیے اپنے طرزِ زندگی کو بدلنے کی ضرورت ہے۔فرینک کیلی رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں مردوں کے مقابلے میں خواتین کے فضائی آلودگی سے متاثر ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، دیگر ماہرین کا کہنا ہے کہ آلودگی پر قابو پانے کے لیے اس سلسلے میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے کہ اس کے مہلک ترین اجزا کی نشاندہی کی جائے۔امپیریئل کالج لندن کے ماجد عزتی کا کہنا ہے کہ 'ہم نہیں جانتے کہ صحارا کے صحرا کی گرد اتنی ہی خطرناک ہے جتنا کہ ایندھن یا کوئلے کا دھواں۔(۱۳)

ماحولیاتی کثافت مسلسل بڑھ رہی ہے جس کی وجہ سے ہوا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار میں مسلسل اضافہ نوٹ کیا جا رہا ہے یہ ایک خطرناک علامت ہے اس کے نتیجے میں حیاتیاتی اجناس کو سخت خطرات لاحق ہیں۔فضائی آلودگی کا زہر حاملہ خواتین کو بھی متاثر کرتا ہے،اوران کے بچوں کا وزن دوسرے بچوں کی نسبت کم ہوتا ہے۔کابل کے واحد چلڈرن ہسپتال کے ڈاکٹر محمد اکبر اقبال کا کہنا تھا کہ ''آلودہ فضا کا برا اثر خاص کر بچوں پر پڑ رہا ہے جن کا مدافعتی نظام مضبوط نہیں ہوتا اسی لیے وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے'' ان کا کہنا تھا کہ جب ایک مرتبہ سینے پر اثر پڑا تو صورت تشویش ناک ہوسکتی ہے اور اس کی وجہ سے بچے کی جان بھی فوری طور پر جا سکتی ہے۔کابل کا شمار دنیا کے آلودہ ترین شہروں میں ہوتا ہے جہاں چلنے والی ہوا مختلف بیماریوں کا باعث بن جاتی ہے اور سب سے بڑا شکار بچے ہوتے ہیں۔الجزیرہ کی رپورٹ کے مطابق افغانستان کی وزارت صحت کا کہنا تھا کہ کابل میں آلودگی کے باعث سالانہ 3 ہزار سے زائد افراد لقمہ اجل بن جاتے ہیں۔افغانستان میں فضائی آلودگی کے اسباب میں پرانی گاڑیاں، ناقص ایندھن، گلیوں میں کچرے کو جلانا شامل ہے۔محکمہ ٹیکنیکل امور کے ڈائریکٹر جنرل عزت اللہ صدیقی کا کہنا تھا کہ' کابل میں خاص کر صبح اور شام کے وقت ٹریفک جام رہتی ہے جبکہ کابل میں 5 لاکھ گاڑیوں کی گنجائش ہے لیکن 8 لاکھ سے زائد گاڑیاں 24 گھنٹے کے دوران سڑک پر موجود ہوتی ہیں۔عزت اللہ کا کہنا تھا کہ 'اس چھٹکارا پانے کے لیے ہم فیکٹریوں کی سرگرمیوں سے بچا سکتے ہیں، ہم سرکاری ٹرانسپورٹ کی نقل وحرکت کو بند کر سکتے ہیں اور دیگر اقدامات کر سکتے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ بجلی کی پیداوار کے لئے قدرتی ذرائع استعمال کئے جائیں تا کہ ماحولیاتی آلودگی میں کمی واقع ہو۔عام

تاثر ہے کہ جوہری بم سے کئی گنا خطرات گلوبل وارمنگ کا بم ہے جس کے اثرات سے کرہ ارض خطرات میں گھرا ہوا ہے ماضی کی نسبت اب موسم گرما میں گرمی کی عمومی صورتحال شدید ہورہی ہے اور گرمی کی شدت بڑھ رہی ہے جب کہ سردیوں کا موسم سکڑتا جا رہا ہے موسمی تغیرات کے باعث مختلف ممالک میں طوفانی بارشوں، سیلابی ریلوں سمندری طوفان سے ہونے والے نقصانات میں اضافہ ہورہا ہے سمندر میں 1900 سے لے کر 19 سینٹی میٹر اپنی سطح بلند کر چکا ہے جس کے نتیجے میں سمندری طوفان کا پے در پے آنا، سونامی کا بار بار آنا، اب تک دنیا بھر میں بیسیوں جزیرے صفحہ ہستی سے مٹ چکے ہیں۔، اور کہیں قحط اور خشک سالی کی صورتحال دکھائی دے رہی ہے سب گلوبل وارمنگ ہی کا نتیجہ ہے۔

جنگلات تیزی سے ختم ہورہے ہیں جن کی وجہ سے جنگلی حیات کو بھی خطرہ لاحق ہے، فضائی آلودگی میں بھی اضافہ ہورہا ہے زمینیں بھی بنجر ہورہی ہیں اور انسان کے لئے صاف فضا میں سانس لینے سے خوراک تک کے بحران جنم لے رہے ہیں اور سب سے بڑھ کر ماحول میں تپش اور گرمی کا تناسب بڑھ رہا ہے۔ بعض خطوں میں جانور مسلسل کم ہورہے ہیں۔ جانوروں، چرند، پرند، آبی حیوانات، زمین پر رینگنے والے حشرات، نباتات اور بہت سے پودوں کی قسمیں ناپید ہوچکی ہیں بلکہ اور بہت سی اختتام کے آخری مراحل میں ہیں، کسی بھی وقت نابود ہوسکتی ہیں۔ دنیا بھر میں پانی کا بحران سر پر ہے، موجودہ پانی کی بڑی مقدار صنعتی اور دیگر فضلات کی وجہ سے آلودہ اور بعض صورتوں میں زہریلی ہوچکی ہے۔ صنعتی اور مشینی ترقی نے اس کائنات کو سب سے بڑے خطرات سے دوچار کردیا ہے اور صنعتوں سے خارج ہونے والی گیسوں اور دیگر فضلات کی وجہ سے اوزون کی تہہ میں شگاف پڑ گیا ہے یہی سبب ہے کہ اب سورج کی مضر اور سخت نقصان دہ شعاعیں براہ راست زمین میں پڑ رہی ہیں اور اس کے نتیجے میں مہلک بیماریاں تیزی سے پھیل رہی ہیں۔

اشرف المخلوقات کی منصبی ذمہ داری:

تخلیق آدمؑ کے بعد انسان کو کائنات کی حفاظت اور اللہ کے نائب کی حیثیت ملی لیکن فرشتوں کے اعتراض پر رب تعالیٰ کے اس فرمان میں حکمتوں کے بے شمار راز پوشیدہ تھے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً قَالُوْا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ(۱۴)

ترجمہ: ''اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں (اپنا) نائب بنانے والا ہوں۔ انہوں نے کہا کیا تو

اس میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے جو خرابیاں کرے کشت وخون کرتا پھرے اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تقدیس کرتے ہیں۔(اللہ نے) فرمایا میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے''۔اس آیت مبارکہ میں جس فساد فی الارض کا ملائکہ نے کہا تھا اس سے مراد وہ بگاڑ ہے جو آدمؑ کی بہشت سے زمین پر آمد کے بعد شروع ہوا۔جب آدمؑ کو زمین پہ اتارا اس وقت سے انسانی معاشرہ کا آغاز ہوگیا رفتہ رفتہ انسان غاروں سے نکل کر شہروں میں آباد ہونا شروع ہوگیا یہ ارتقائی عمل جاری ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر بھیجا اور علم کی بدولت فضیلت دی مسجود ملائک ہونے کا اعزاز دیا، زمین میں اللہ کا نائب وخلیفہ ہے اس لئے تمام وسائل حیات اور مفاد عامہ کی حفاظت کرنا اور ممکنہ خطرات سے بچانا اس کی اولین ذمہ داری ہے۔خلیفہ یا نائب کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے مالک کی طرف سے دی گئی اشیاء کی حفاظت وصحیح استعمال کرے خلیفہ کے لئے لازمی ہے کہ وہ خدائی احکامات کی پابندی کرے اور حتی المقدور اپنے اردگرد ماحول کی بقا کے لئے کوشاں رہے یعنی اسلام کے مطابق ہر انسان فطرت کا امین ہے اور اگر حضرت انسان اس فطری اور انسانی ماحول کی طرف سے بے پرواہ ہوجاتا ہے تو اس امانت میں خیانت کا مرتکب ہوگا جو اسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے دی جاتی ہے۔جہاں انسان نے ترقی کی اپنے لئے وسائل کو استعمال کیا سہولیات کو پیدا کیا وہیں اس سے مسائل کا بھی آغاز ہوا ان ہی مسائل میں سے ایک مسئلہ ماحولیاتی آلودگی کا بھی ہے صنعتی ترقی بڑھتی ہوئی غلط آبادی کی غلط منصوبہ بندی کے نتیجے میں ماحولیاتی آلودگی بہت بڑھ گئی ہے اور تحفظ ماحول کے حوالے سے ہر فورم میں آوازیں اٹھ رہی ہیں، مختلف عقائد و مذہب کے لوگ اپنے اپنے طریقے سے ان مسائل کا حل نکال رہے ہیں۔دین اسلام کیونکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اسوہ نبی کریم ﷺ کی پیروی ہر مسلمان کی دلی آرزو ہے تو ہم آج اس مضمون سے تحفظ ماحولیات کو نبی کریم ﷺ کے اسوہ مبارک کی روشنی میں سمجھیں گے کہ اسلام تحفظ ماحولیات کے بارے میں ہمیں کیا رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

اجتماعی مفادات کا تحفظ:

معاشرتی ماحول سے مراد انسان کے انفرادی واجتماعی تعلقات ہیں جس کے نتیجے میں تہذیب وتمدن کی بنیاد پڑتی ہے، زندگی کے اصول وضابطے طے ہوتے ہیں، علمی تحقیقی کاوشیں پروان چڑھتی ہیں، ادب وثقافت کی شمع فروزاں ہوتی ہیں اور ایجادات و انکشافات کے محیر وعقول کارنامے انجام پاتے ہیں، اس کا ایک رُخ تو مادّی ہوتا ہے، جس میں انسان اپنی ضروریاتِ زندگی پر توجہ مرکوز رکھتا ہے، جیسے مکان، لباس اور وسائل حمل ونقل، جب کہ دوسرا رخ روحانی ومعنوی ہوتا ہے، جس کے تحت عقیدہ و

مذہب اور عبادت وریاضت وغیرہ آتے ہیں۔

اسلام نے ماحولیات کے تحفظ کو بڑی اہمیت دی گئی ہے، قرآن میں اس بات کا تفصیلی ذکر آیا ہے کہ اللہ نے اس کائنات کو کس طرح بنایا سجایا، سنوارا اور زندگی کے امکانات سے اسے اس طرح بھر دیا کہ ہر سمت، ہر جا اور ہر چیز سے زندگی کے نغمے پھوٹے پڑتے ہیں، قرآن میں ۷۵۰ سے زیادہ ایسی آیتیں ہیں جو کائنات کے اسرار سے پردہ اٹھاتی ہیں اور یہ بتاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے فراہم کی جانے والی بے پایاں نعمتیں اس بات کا تقاضہ کرتی ہیں کہ انسان اس کی قدر کرے اور اس پر شکر ادا کرے۔

اسلام میں اجتماعی مفادات کے تحفظ پر زور دیا گیا ہے حضرت حذیفہ بن الیمان راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من لم یھمم بامر المسلمین فلیس منھم(۱۵)

ترجمہ: ''جو مسلمانوں کے عمومی مفادات کا لحاظ نہ رکھے وہ مسلمان نہیں ہے''۔ حضرت تمیم داری کی روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

انّماالدین النصیحة انّما الدین النّصیحة قیل لمن قال: للہ ولرسولہ ولکتابہ ولائمّة المسلمین و عامتھم''(۱۶)

ترجمہ: دین خیر خواہی کا نام ہے لوگوں نے پوچھا: کس کے ساتھ؟ آپؐ نے فرمایا اللہ اور رسول، کتاب الٰہی، حکومت اسلامیہ اور عام مسلمانوں کے ساتھ۔

ماحول کی حفاظت بھی عام لوگوں کے ساتھ خیر خواہی ہے، اسلام کی تعلیمات ماحولیات کے سلسلہ میں انتہائی واضح اور جامع ہیں تاکہ ارض وسماء، نباتات وجمادات اور وہاں بسنے والی بے شمار مخلوق کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے، اس طرح کہ یہ سب انسان کے لیے ہمیشہ خیر کا سرچشمہ اور بھلائی وعافیت کا ذریعہ بنے ہیں، اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے ترغیب کے ساتھ ساتھ ترہیب سے بھی کام لیا ہے تاکہ انسان ان نعمتوں کی ناقدری نہ کرے اور اس میں فساد وبگاڑ پیدا کر کے اسے اپنی اور دوسروں کی تباہی کا ذریعہ نہ بنالے۔ ماحولیات کے تحفظ کے متعلق تعلیمات نبوی ﷺ کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے ہم اس دنیا کے اہم اور بنیادی عناصر کو ترتیب وار ذکر کریں گے مشہور ومعروف عناصر میں تین کا نام سرفہرست ہیں جو اس دنیا کی جان ہیں اور اس دنیا میں بسنے والوں کی بھی وہ یہ ہے (۱) پانی (۲) مٹی (۳) ہوا۔

پانی اور ماحول:

پانی ہر چیز کا نقطہ آغاز ہے پانی ہے تو زندگی ہے ہر زندہ چیز پانی سے ہی پیدا کی گئی ہے چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے
:وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (۱۷)

ترجمہ: ''اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا'' پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

کل شئی خلق من الماء (۱۸)

ترجمہ: تمام چیزیں پانی سے پیدا کی گئی ہے اس طرح پانی ہر جاندار کے لیے نہ صرف نقطۂ آغاز اور بیج کی حیثت رکھتا ہے بلکہ وسیع وعریض سرزمین کی ہریالی، سبزہ، اشجار ونباتات کی شادابی اور نہ صرف چرند و پرند کی رعنائی کا انحصار اس پر ہے بلکہ خود حضرت انسان کا وجود بھی اسی فیصد (۸۰ فیصد) سے کچھ زیادہ پانی پر مشتمل ہے جس کے بغیر وہ دنیا میں پل دو پل کا مہمان ہوگا، پانی اللہ تعالیٰ کی عجیب وغریب نعمت ہے، اس میں چشم بینا اور ذہن رسا کے لیے غور وفکر کا بہت سا سامان موجود ہے اس طرح اس دنیا میں عام طور پر تین چیزیں تین شکلوں میں پائی جاتی ہیں ٹھوس، رقیق اور بخارات یا بھاپ، پانی واحد ایسا عنصر ہے جو مذکورہ تینوں شکلیں اختیار کر سکتا ہے، اتنی اہم اور بیش قیمت چیز جو اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کی دسترس میں دی ہے، وہ اس لیے نہیں ہے کہ انسان اس کے ساتھ جو معاملہ چاہے کرے اور ناقدری وناعاقبت اندیشی کی وجہ سے کائنات میں قائم اللہ تعالیٰ کی ودیعت کردہ فطری نظام کو درہم برہم کردے اور اسطرح نہ صرف اپنے وجود بلکہ کائنات کی تباہی اور بربادی کا سبب بن جائے
چنانچہ اس سلسلہ میں خود خالق کائنات اور اس کے پیارے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب سے تفصیلی ہدایات دی گئی ہیں (۱۹)

فطری نعمتوں کو مسخ کرنا:

زمین کے اندر جو بے شمار خزانے محفوظ ہیں اور زمین کے اوپر جو فطری ماحول موجود ہے وہ اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہیں اور نعمت الٰہی میں تبدیلی کرنا اللہ کے نزدیک ایک جرم ہے۔ وَمَن يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ'' (۲۰)

ترجمہ: جو اللہ کی نعمت ملنے کے بعد تبدیل کرے گا تو اللہ پاک سخت عذاب دیتے ہیں۔

پانی قرآن وحدیث کی روشنی میں:

پانی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک اہم نعمت ہے، یہ ہر جاندار کے لیے ذریعہ وجود اور سبب حیات ہے، پانی کی اسی اہمیت کے

پیش نظر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے قرآن کریم مختلف انداز میں اور متعدد جگہوں پر تقریباً تریسٹھ (63) مقامات پر اس کا ذکر کیا ہے اور اس کی یہ صفات بیان کی ہیں: الطھور (پاک) المبارك (بابرکت) الفرات (میٹھا) الثجاج (بہت بہنے والی)، کہا جاتا ہے کہ انسان کھائے بغیر ایک ماہ تک تقریباً زندہ رہ سکتا ہے لیکن پانی کے بغیر ایک ہفتہ سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا، پانی کی اس لازمی اور بنیادی ضرورت کے پیشِ نظر اسے مشترکہ ملکیت قرار دیا گیا ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: المسلمون شرکاء فی ثلاث ،الماء والکلاء والنار (۲۱)

ترجمہ: تین چیزیں مسلمانوں کے درمیان مشترک ہیں پانی، گھاس اور آگ، بوقت ضرورت لوگوں کو پانی سے محروم رکھنے پر رحمتِ عالم ﷺ نے شدید وعید بیان کی گئی ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ثلاثۃلایکلمھم اللہ ولاینظر الیھم ولایزکیھم ولھم عذاب الیم رجل علی فضل ماء بطریق یمنع منہ ابن السبیل ورجل بایع ورجلالایبایعہ الالدنیافان اعطاہ مایرید وفی لہ والالم یف لہ ورجل ساوم رجلابسلعۃ بعد العصرفحلف باللہ لقد اعطیٰ بھاکذاو کذافأخذھا (۲۲)

ترجمہ: تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے (قیامت کے دن) نہ بات کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھے گا اور نہ انھیں پاک صاف کرے گا ایک وہ شخص جس کے پاس گذرگاہ پر زائد پانی ہو اور وہ کسی مسافر کو دینے سے انکار کردے، دوسرا وہ شخص جو صرف دنیاوی فائدہ حاصل کرنے کے لیے بیعت کرے اگر اس کو دنیاوی فائدہ ملتا رہے تو اس (بیعت) کو پورا کرتا ہے ورنہ نہیں، تیسرا وہ شخص جو عصر کے بعد کسی سامان کا بھاؤ تاؤ کرے اور جھوٹی قسم کھا کر کہے کہ یہ سامان اس کو اتنے اتنے میں ملا ہے اور خریدنے والا اس کی قسم پر اعتماد کرکے اسے اس قیمت پر خرید لے۔ ایک اور روایت میں نبی کریم ﷺ نے قیامت کے دن اس شخص کے لیے جو زائد پانی کو کسی دوسرے کے لیے روکتا ہے سخت وعید سنائی ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فیقول اللہ یوم القیامۃ الیوم امنعك فضلی کمامنعت فضل مالم تعمل یداك (۲۳)، ترجمہ: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص سے فرمائے گا جس طرح تو نے اس زائد (پانی) کو نہیں دیا تھا جسے حاصل کرنے میں تیرے ہاتھوں کا کوئی دخل نہیں تھا، اسی طرح آج میں تم سے اپنے فضل کو روک لوں گا۔

آبی آلودگی کے وجوہات اور اثرات کا مختصر جائزہ:

آبی آلودگی پانی کے اصلی رنگ، بو، ذائقہ میں تبدیلی کو کہتے ہیں یہ تبدیلی پانی میں کسی دیگر مادوں یا کیمیائی مرکبات کے ملاوٹ کی وجہ سے ہوتی ہے گھروں یا کارخانوں میں سے خارج ہونے والے فاضل مادے یا کیمیائی مرکبات پانی کے خالص وسائل میں شامل ہوکر پانی کو آلودہ کرتے ہیں ہمارے ملک میں چند اہم ندیاں اور دریاؤں میں آبی آلودگی ہو چکی ہے، آبی آلودگی ہونے کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں

۱) کاشتکاری کے دوران کیمیائی کھاد اور جراثیم کش دوا کا کثرت سے استعمال کرنا اور یہ مادے بارش کے پانی میں شامل ہوکر پانی کو آلودہ کر دیتے ہیں۔

۲) گھروں، کارخانوں اور فیکٹریوں کے فاضل مادے یا ناکارہ گندے پانی کا ندیوں اور دریاؤں اور تالاب کے پانی میں شامل ہونا۔

۳) پانی میں کسی عوامل کی وجہ سے آکسیجن گیس کی مقدار میں کمی ہو جانا، عام طور پر پانی میں حل شدہ آکسیجن کی مقدار ۸ تا ۱۵ ملی گرام لیٹر ہوتی ہے لیکن اکثر پانی میں شامل اس کی مقدار کم جاتی ہے۔

۴) پانی میں بیکٹریا کی بھاری مقدار شامل ہوکر آلودہ کر دیتا ہے، پانی میں مختلف اقسام کے نمک شامل ہوکر حل ہو جاتا ہے مثلاً سوڈیم، پوٹاشیم، کیلشم، میگنیشم کے کلورائڈ یا سفیٹ یا کاربونیٹ یا بائی کاربونیٹ وغیرہ نمک قابل ذکر ہیں۔

۵) سمندری پانی میں گھریلو کوڑا کرکٹ کچرا وغیرہ پھینکنا یا پھر کارخانوں کے فاضل ناکارہ کیمیائی مرکبات سمندری پانی میں خارج کر دینا اس طرح کے آبی آلودگی کی وجہ سے مندرجہ ذیل اثرات ہمارے زندگی پر مرتب ہوتے ہیں۔

۱) ایسے پانی کو پینے سے کئی اقسام کی کی بیماریاں مثلاً وائرل بخار، ملیریا، ٹائیفائیڈ اور فلیریا وغیرہ سے متاثر ہو جاتے ہیں یہ تمام بیماریاں اگرچہ جان لیوا تو نہیں لیکن انسانی کی صحت اس سے بگڑ جاتی ہے۔

۲) ایسا پانی آبی جانوروں اور آبی پودوں کی زندگی کے لیے خطرے کا سبب ہوتا ہے اور اکثر ان کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔

۳) کاشتکاری کی کھاد، جراثیم کش ادویات کارخانوں کے ناکارہ پانی سے زیر زمین پانی میں شامل ہوکر آلودہ کر دیتا ہے اس سے زیر زمین آلودگی ہو جاتی ہے۔

اسلام میں طہارت ونظافت کی اہمیت:

اسلام میں طہارت و نظافت کی بڑی اہمیت ہے طہارت کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے حضرت ابو مالک اشعری کی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الطھو رنصف الایمان''۔ پاکی نصف ایمان ہے۔(۲۴)

نماز جیسی اہم ترین عبادت کے لئے طہارت کو کلید قرار دیا گیا۔عن علی رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:

''مفتاح الصلوۃ الطھور''۔(۲۵)

حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز کی کنجی طہارت ہے''۔ ہر جمعہ کو غسل کرنا واجب قرار دیا گیا ہے۔حق علی کل مسلم ان یغتسل فی کل سبعۃ ایام یوما ۔نظافت کے بارے میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ'' تنظفوا بکل ماستعتطم فان اللہ بنی الاسلام علی النظافۃ '''''اللہ پاک ہے اور پاکی کو پسند فرماتے ہیں اور اللہ نظیف ہیں نظافت کو پسند فرماتے ہیں''۔ایک اور روایت میں ہے کہ''اِنَّ اللہ جمیل یحبُّ الجمال''۔ترجمہ: بے شک اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔(۲۶)

ہر ممکن نظافت اختیار کرو کیونکہ اسلام کی بنیاد نظافت پر ہے۔

جمال ہر چیز کے فطری توازن کا نام ہے اور اس توازن کو بگاڑنے کا نام فساد ہے اسلام دین فطرت ہے اسی لئے کے بے شمار احکام کی بنیاد طہارت و نظافت پر ہے مثلاً کھانے سے قبل اور بعد ہاتھ دھونے کا حکم دیا گیا ہے۔نیند سے بیدار ہونے کے بعد ہاتھ دھونے کی ہدایت کی گئی ہے۔وضع قطع رہن وسہن اور گھر مکان راستہ سواری ہر چیز میں صفائی ستھرائی اور بہتر طرزِ زندگی اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہے:''وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ (4)وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ (5)اپنے کپڑوں کو پاک رکھواور گندگی سے دور رہو۔(۲۷)

رجز اور رُجز دو ہم معنی الفاظ ہیں۔ابوالعالیہ اور ربیع نے کہا، رجز سے نجاست اور معصیت مراد ہے، جب کہ رُجز صنم کے مفہوم میں ہے۔اس آیت کریمہ میں رجز سے ہر قسم کی گندگی مراد ہے خواہ وہ ظاہری ہو یا باطنی ،لباس ،معاشرت ،کی ہو یا اخلاق و اعمال کی، افکار وعقائد کی ہو یا اجسام وابدان کی گندگی اور آلودگی کو رجز ہی کہا جاتا ہے اسی طرح سے گندے آدمی کو رجل رجس کا نام دیا جاتا ہے۔ارشاد نبویؐ ہے:''فاحسنوا لباسکم و اصلحوا رجالکم حتی تکونوا کانکم شامۃ

فی الناس انّ اللہ لا یحب الفحش والبتفحش تعلیق الذھبی فی التخلیص ''(۲۸)
ترجمہ: اپنے لباس کومزین کرو، اور اپنی رہائش گاہوں کو درست رکھو یہاں تک کہ تم سارے انسانوں میں سب سے مضبوط حس رکھنے والی قوم شمار کئے جانے لگو، اللہ پاک برائی اور بے حیائی کو پسندنہیں فرماتے۔ مسند ابی یعلی اور مسند بزار میں '' **فنظفوا افنیتکم وساحتکم** '' کے الفاظ ہیں یعنی اپنے صحنوں اور میدانوں کو صاف ستھرا رکھو۔ منہ کی صفائی کو رضامندی رب کا سبب قرار دیا گیا۔'' السّواك مُطھّرة للّفم مرضاة للرب ۔'' کھانے پینے کے برتنوں کو ڈھانک کر رکھنے کا حکم دیا گیا تا کہ انجانے میں اس کے اندر کوئی گندگی نہ پڑ جائے''۔(۲۹)
نبی کریم ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے کہ گھروں کے دروازے بند کر کے سوؤ کہ مبادا رات میں کوئی موذی چیز اندر آ جائے، اور سونے سے قبل چراغوں کو گل کر دو کہ اس میں اسراف بھی ہے، فضائی آلودگی بھی ہے اور اندیشے بھی ہیں۔ اطفئوا السرج واغلقوا الابواب و خمر والطعام والشراب ۔ ترجمہ: چراغوں کو بجھا دو دروازے بند کرلو اور کھانے پینے کی چیزوں کو ڈھانک دو۔ اس حدیث کے الفاظ یہ ہے اغلقوا الابواب باللیل، واطفئوا السرج او کوا الاسقیة و خمروا الطعام والشراب (۳۰)

پانی کی حفاظت سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں ہماری ذمہ داریوں کا تحقیقی جائزہ

(ا) اسراف سے ممانعت:

ماحول میں فساد فطری توازن کے بگڑنے سے پیدا ہوتا اور یہ توازن اس وقت بگڑتا ہے جب انسان مقررہ حدود سے تجاوز کرے جس کو قرآن کی زبان میں اسراف کہا جاتا ہے مقررہ حد سے تجاوز اباحت کو حرمت میں تبدیل کر دیتا ہے۔

وَكُلُواْ وَاشْرَبُواْ وَلاَ تُسْرِفُواْ إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ (۳۱)

اور تم کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز مت کرو یقیناً اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا'' یہ اسلام کا ایک ایسا جامع اور ہمہ گیر اصول ہے جو فطرت انسانی کی ترجمانی کرتے ہوئے باہمی بقاء کا پیغام دیتا ہے اگر دنیا والے اس اصول کو اپنائے اور اپنی زندگی میں اعتدال پیدا کرے اسراف اور فضول خرچی سے بچے تو پانی کا بحران پیدا نہ ہو، آپ ﷺ کی اسوۂ حسنہ کی نظر میں پانی کی کتنی قدر و منزلت ہے اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ نماز جو اسلام میں کلمہ طیبہ کے بعد سب سے اہم ترین عبادت تصور کی جاتی ہے اور اسلام کا دوسرا سب سے بڑا رکن ہے اس کی ادائیگی کے لیے طہارت و وضو لازمی امر ہے لیکن

طہارت حاصل کرتے وقت پانی کے استعمال میں اسراف اور ضرورت سے زیادہ استعمال کرنے کی ممانعت وارد ہوئی اور اس میں زیادہ سے زیادہ استعمال کی حد مقرر کی گئی ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک صحابیؓ کو وضو کا طریقہ بتایا اور ہر عضو کو تین تین بار دھونے کو فرمایا آخر میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: فمن زاد علی هذاأو نقص فقد اساء وظلم (۳۲)

ترجمہ: جس نے مذکورہ (تین مرتبہ) میں اضافہ یا کمی کی تو اس نے برا کیا اور اپنے اوپر ظلم کیا، صاحب بذل المجہود اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وظلم ای علیٰ نفسه بمخلافة النبی صلی الله علیه وسلم اولانه اتعب نفسه فیمازادعلیٰ الثلاثة من غیر حصول ثواب له اولانه اتلف الماء بلافائدة (۳۳)

ترجمہ: یعنی اس نے اپنے اوپر ظلم کیا نبی کریم ﷺ کی قول کی مخالفت کی وجہ سے یا اس نے اپنے آپ کو مشقت میں ڈال کر اس لیے کہ تین مرتبہ سے زائد دھونے میں کوئی ثواب نہیں ہے یا اس لیے کہ اس نے پانی کو ضائع کیا بغیر کسی فائدہ کے (یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے تین مرتبہ سے زیادہ دھونے کو مکروہ قرار دیا ہے، ابن المبارکؒ فرماتے ہیں کہ وضو میں جو شخص تین مرتبہ سے زیادہ دھوئے میں اس کے سلسلے میں اس بات سے مامون نہیں ہوں کہ اس نے گناہ کا کام کیا۔

(۲) پانی کے برتن میں سانس لینے سے اجتناب:

عن ابن عباس رضی الله تعالی عنه قال "نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یتنفس فی الاناء او ینفخ فیه" (۳۴)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے یا پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے کہ برتن میں سانس لینا اور پھونک مارنا منع ہے جس میں سے کھایا یا پیا جاتا ہے۔ برتن میں سانس لینے سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں کئی نقصانات پائے جاتے ہیں جیسے سانس چھوڑ کر پینے والے کے بعد (دوسرے) پینے والے کے لیے وہ برتن اور اس کا مشروب مکدر ہو جاتا ہے جیسے کوئی شخص بیک وقت سانس لیتا ہے اور پیتا بھی ہے تو اکثر اوقات اس کی وجہ سے دم گھٹنے کی شکایت ہوتی ہے، لہذا سنت سے ثابت ہے کہ برتن کے باہر تین سانس لیتے ہوئے پانی پینے میں، بہت زیادہ حفاظت، بہت خوشگواری اور بہت زیادہ لطف اندوزی کا باعث ہوتا ہے۔ نیز کھانے اور پینے میں پائی جانے والی گرمی کے سبب یا اس میں پائی جانے والی کسی چیز کو دور کرنے کے لئے پھونک مارنے کی ممانعت بھی اس حدیث میں موجود ہے۔ یہ اس لیے کہ کھانے اور پینے کی اشیاء کا تحفظ کیا جائے تاکہ تھوک یا پانی سے متعلق کسی بدبو کے اثر سے وہ مکدر نہ ہونے پائے۔

نبی کریم ﷺ نے پانی کے برتن میں سانس لینے اور پھونک مارنے سے بھی منع فرمایا نبی ﷺ نے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا ہے ایک شخص نے کہا کہ اگر برتن میں تنکا نظر آ جائے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا پانی کو گرا دو! اس نے کہا کہ میں ایک سانس میں آسودہ نہیں ہوتا تو آپ ﷺ نے فرمایا برتن منہ سے الگ کر دو۔ اس حدیث شریف کی شرح میں علامہ ابن عبد البرؒ نے لکھا ہے کہ برتن میں سانس لینے کی ممانعت کی وجہ کیا ہے؟ اس میں علمائے کرام کے مختلف اقوال ہیں، بعض لوگوں کے نزدیک ایک سانس میں پانی پینا اطباء کے ہاں جگر کے لیے نقصان دہ قرار دیا ہے، بعض لوگوں کا کہنا کہ یہ آدابِ مجلس کے خلاف ہے کیونکہ برتن میں سانس لینے کی وجہ سے اس کے ذریعہ تھوک اور لعاب اس میں منتقل ہوسکتا ہے اور یہ بے ادبی ہے کہ کوئی ایسی چیز جو اپنے ہم نشین کو دے جس میں اس کے لعاب کی آمیزش ہو۔

(۳) جاری پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت:

ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے روکا گیا کہ یہ مفاد عامہ کی چیز ہے اور اس سے فضائی آلودگی پیدا ہوتی ہے۔ عن جابر رضی اللہ تعالی عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''انَّه نَهىٰ اَنْ يُبَالَ فِي المَاءِ الرَّاكِدُ ''(۳۵) ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے ۔ بلکہ طبرانی کی روایت میں جاری پانی میں بھی پیشاب کرنے کی ممانعت آئی ہے، جس کو حکم شرعی سے زیادہ اخلاقی ہدایت اور طہارت سے زیادہ نظافت کی حیثیت دی جائے گی۔ آج کے دور میں پانی کی آلودگی محض پیشاب پاخانے تک محدود نہیں ہے ، بلکہ ان سے بھی زیادہ خطرناک اور زہریلے مادوں کے ذریعے پانی کو مسلسل آلودہ کیا جا رہا ہے صنعتی اور کیمیائی فضلات اور دیگر آلودگی پیدا کرنے والی چیزوں کے ذریعے ندی، تالاب اور دریا کو آلودہ کیا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے آبی جانداروں اور خود انسانوں کی زندگی بڑی مصیبت اور ایک زبردست خطرے سے دوچار ہے۔ اس لیے لوگوں کو اس معاملے میں بیدار ہونے کی ضرورت ہے ورنہ خود اپنے ہاتھوں لگائی آگ میں جل کر ختم ہو جائیں گے (۳۶)

زمین اور ماحول۔۔قرآن وسیرت مطہرہ کی روشنی میں

زمین کا وجود کائنات میں آدم کی تخلیق سے پہلے تھا اور اسی کی مٹی سے آدم کی تخلیق فرمائی اور اسی سے اس نے اپنا رزق تلاش کیا ، چنانچہ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا (۳۷)

سورۃ ھود ۶۱ ترجمہ: ''اسی نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور زمین کو بسانے اور آباد کرنے کی صلاحیت تم میں پیدا کی''

اس آیت کی تفسیر میں بعض مفسرین کہتے ہیں کہ انسان کی تخلیق زمینی مادے سے ہوئی ہے، جدید سائنس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ انسان جن عناصر سے مرکب ہے وہ سب زمین کی مٹی میں موجود ہیں، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ انسان کی پیدائش زمین سے اس حیثیت سے ہے کہ اس سے پیدا ہونے والی غذا سے مادۂ منویہ اور حیض کا خون تیار ہوتا ہے اور ان دونوں سے انسان کی تخلیق ہوتی ہے (۳۸)

اسی طرح زمین سے ایک اہم عبادت طہارت اور نماز سے بھی متعلق ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے وجعلت لی الارض مسجداوطھورافأیمارجل من امتی ادرکته الصلوٰة فلیصل (۳۹)

ترجمہ: اور پوری روئے زمین میرے لیے نماز کی جگہ اور پاکی کا ذریعہ بنائی گئی ہے اس لیے جس جگہ بھی نماز کا وقت ہو جائے میرا امتی وہاں اسے ادا کرلے، زمین کی اسی خصوصیت کے پیش نظر قرآن مجید میں چار سوتیس (۴۳۰) مرتبہ اس کا تذکرہ کیا گیا ہے اور اس کی یہ صفات بیان کی گئی ہیں ں فراش (بستر) مھد، مھادا (بستر) قرار (ٹھہرا ہوا) ذلول (نرم) بساط (بستر) کفات (برتن)، زمین کی اسی خصوصت اور اہمیت کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جس مقصد کے لئے بنایا ہے اس میں کس طرح کی تبدیلی نہ کی جائے، زمین میں ایسی تبدیلی جس سے اس کی یہ حثیت متاثر ہو جائے درحقیقت اس میں بگاڑ پیدا کرنا اور فساد برپا کرنا ہے۔

(۱) زمین میں فساد کرنا:

قرآن وحدیث میں ایسی متعدد نصوص اور عمومی ہدایات موجود ہیں جن میں روئے زمین کی پاک فضا اور انسانی وسائل حیات کو تخریبی سرگرمیوں سے آلودہ اور مسموم کرنے کی ممانعت ملتی ہے۔ یوں اس زمین میں جراثیم اور فاسد عناصر کو تحلیل کرنے کی بھی زبردست صلاحیت موجود ہے جس کی مدد سے وہ مختلف جراثیمی حملوں کا دفاع کرتی رہتی ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس کی بھی ایک حد مقرر ہے مقررہ حدود سے تجاوز کی صورت میں زمینی ماحول کا توازن بگڑنے لگتا ہے اور اس کے منفی اثرات نسلوں اور کھیتوں پر پڑتے ہیں جس کو قرآن کریم کی زبان میں فساد قرار دیا گیا ہے اور قرآن نے اس سے سخت بیزاری کا اعلان کیا ہے۔

وَلاَ تُفۡسِدُوا۟ فِیۡ الاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلاَحِھَا (۴۰)

ترجمہ: زمین میں فساد برپا مت کرو جب کہ پہلے وہ درست حالت میں ہے۔

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی یہ خصلت بیان فرمائی ہے: **وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّهُ لاَ يُحِبُّ الفَسَادَ** (۴۱)

ترجمہ: ''جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے اور کھیتی اور نسل کی بربادی کوشش میں لگا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ فساد کو ناپسند فرماتا ہے'

یعنی زمین میں فساد کا نتیجہ کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ کھیتی کو تباہ و برباد کیا جائے جس کی وجہ سے نسلِ انسانی وحیوانی تباہی وہلاکت سے دوچار ہو، کیونکہ زمین کا مقصدِ وجود اس کی تعمیر واصلاح ہے اور اس میں کسی طرح کی تخریب اور فساد ناجائز ہے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا (۴۲)

ترجمہ: ''وہی ہے جس نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے اور زمین کو بسانے اور آباد کرنے کی صلاحیت عطا کی'' اس آیت کی تفسیر میں حضرت بن اسلمؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے مطابق گھر بنانے اور درخت لگانے کا حکم دیا ہے، اور بعض مفسرین لکھتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کھیتی کرنے، درخت لگانے اور نہر کھودنے کا طریقہ سکھایا ہے اور ''استعمرکم'' کے لفظ سے یہ سمجھا گیا ہے کہ زمین کی تعمیر انسان کے لیے ضروری ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر کسی چیز کا مطلق مطالبہ ہو تو اس سے وجوب مراد ہوگا (۴۳)

كُلَّمَا اَوْقَدُوا نَاراً لِّلْحَرْبِ اَطْفَاهَا اللّٰهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الاَرْضِ فَسَاداً وَاللّٰهُ لاَ يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ (۴۴)

ترجمہ: جب بھی یہ لوگ آتش جنگ بھڑکاتے ہیں اللہ پاک اس کو بجھا دیتے ہیں یہ لوگ زمین میں فساد بھڑکاتے ہیں اور اللہ پاک فساد مچانے والوں پسند نہیں کرتے۔

(۲) فطری نعمتوں کو مسخ کرنا:

زمین کے اندر جو بے شمار خزانے محفوظ ہیں اور زمین کے اوپر جو فطری ماحول موجود ہے وہ اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہیں اور نعمت الٰہی میں تبدیلی کرنا اللہ کے نزدیک ایک جرم ہے۔ **وَمَن يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَ تْهُ فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَاب**'' (۴۵)

ترجمہ: جو اللہ کی نعمت ملنے کے بعد تبدیل کرے گا تو اللہ پاک سخت عذاب دیتے ہیں۔

(۳) زمین کو خیر و بھلائی کا سر چشمہ بنانا:

رحمت عالم ﷺ نے اپنی امت کو زمین کی تعمیر اور اسے زندہ رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: مــن احی ارضامیتة فھی له(۴۶)

ترجمہ: جو کوئی بے کار زمین کو کارآمد بنادے تو وہ زمین اسی کی ہو جائے گی، ایک دوسری حدیث میں زمین کی تعمیر کی مختلف شکلوں کو صدقہ جاریہ قرار دیا گیا ہے چنانچہ حضرت ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان مـمایلحق المؤمن مـن عـمـلـه وحسناته بعد موته علما علمه ونشره وولدا صالحاترکه ومصحفا ورثه اومسجدابناه او بیتا لابن السبیل بناه اونھرااجراه او صدقة اخرجھامن ماله فی صحته وحیاته یلحقه من بعد موته (۴۷)

ترجمہ: مومن آدمی کے مرنے کے بعد بھی (ان چیزوں کا) ثواب جاری رہتا ہے ان کے نیک اعمال اور نیکیوں میں سے ایسا علم جس کو اس نے دوسروں تک پہنچایا اور سکھائی نیک اولاد جس کو اس نے چھوڑا، قرآن مجید جس کو اس نے چھوڑا، یا مسجد بنایا یا مسافروں کیلیے سرائے بنائی یا نہر نکالی ایسا صدقہ جس کو اس نے اپنے حیات میں حالت تندرستی میں نکالا ان تمام چیزوں کا ثواب اس کو مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے حدیث میں ایسی چیزوں سے منع کیا گیا ہے جو زمین کی زندگی کو تباہ و برباد اور وہاں کے رہنے والوں کے لیے دشواری پیدا کرتی ہوں اور تکلیف دہ چیزوں کو زمین سے ہٹانے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''الایـمـان بـضـع وسبعـون شعبة فـأفـضـلـھـا لااله الا الله وأدناھا اماطة الاذی عن الطریق'' (۴۸)

ترجمہ: ایمان کے ستر (۷۰) سے زیادہ شعبے ہیں جن میں سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے کم تر تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹانا، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یمیط الاذی عن الطریق صدقة '' (۴۹)

ترجمہ: تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹانا صدقہ ہے۔

اس میں شک نہیں کہ جس طرح تکلیف دہ چیز کے مفہوم میں راستے سے اینٹ، پتھر، کانٹا وغیرہ کا ہٹانا شامل ہے اسی طرح اس میں وہ چیزیں بھی شامل ہیں جو انسانی صحت کے لیے خطرناک یا ضرررساں ہوں، ایک روایت میں ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بـیـنـمـا رجل یمشی بطریق وجد غصن شوك علی الطریق فأخره فشکر الله له فغفرله (۵۰) ترجمہ: ایک شخص کہیں جارہا تھا راستے میں کانٹے دار ٹہنی ملی اس نے اسے ہٹایا جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عمل قبول فرمایا اور اس کی مغفرت فرمائی، مشہور صحابی رسول حضرت ابو برزہ اسلمیؓ نے اللہ کے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی اے اللہ کے رسول

ترجمہ: (۵۱) اعزل الاذی عن طریق المسلمین جواب دیا آپ ﷺ نے ہو تو نفع مجھے جس دیجیے بتلا چیز ایسی مجھے ﷺ!
مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا، حدیث میں گھر اور صحن کو صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیا گیا ہے ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: طھروا أفنیتکم فان الیھود لا تطھر أفنیتھا (۵۲) ترجمہ: صحن کو صاف رکھو کیونکہ یہودی صحن کو صاف نہیں رکھتے، ایک روایت کے الفاظ یہ ہے: نظفوا أفنیتکم فان الیھود أنتن الناس (۵۳) ترجمہ: صحن کو صاف رکھو کیونکہ یہودی سب سے گندے ہیں، گھر اور صحن کی طرح گزرگاہوں میں بھی گندگی اور آلودگی پھیلانے سے منع کیا گیا ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اتقوا اللعانین قالوا، وما اللعانان یا رسول اللہ! قال الذی یتخلی فی الطریق الناس او فی ظلھم (۵۴)

ترجمہ: لعنت کی دو جگہوں سے بچو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ دو جگہیں کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص راستے میں یا سائے میں قضائے حاجات کرے۔

ظاہر ہے کہ گندگی اور کوڑا کرکٹ کی وجہ سے بدبو پھیلتی ہے جس سے لوگ پریشان ہوتے ہیں اسی طرح یہ بہت سے امراض کے پھیلنے کا سبب اور زریعہ بنتی ہے، ان گندگیوں میں بیماری کے جراثیم جنم لیتے ہیں اور پھیلتے پھولتے ہیں یہاں تک کہ صرف ایک مکھی انسان میں بیالیس (۴۲) قسم کی بیماریاں منتقل کرسکتی ہے کسی جگہ اگر صرف ایک ہفتے کے لیے کوڑا چھوڑا جائے تو مکھیوں کی پوری فوج تیار ہوسکتی ہے، کتب فقہ میں راستوں اور عمومی جگہوں پر کسی ایسے عمل کی ممانعت کی متعدد مثالیں ملتی ہیں جن سے دوسروں کو تکلیف پہنچے (۵۵)

اس سلسلے میں امام غزالیؒ کی درج ذیل تحریر بڑی جامع اور تمام شکلوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے، وہ راستوں کے منکرات کے متعلق اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں: ''اس طرح قصاب اپنی دوکان کے سامنے راستہ میں جانور ذبح کرتا ہے جسکی وجہ سے راستہ خون سے آلودہ ہوجاتا ہے تو یہ بھی ایک منکر ہے اسے ایسا کرنے سے منع کیا جائے گا، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی دوکان ہی میں ذبح کرنے کی کوئی صورت نکالے کیونکہ اس کی وجہ سے راستے میں تنگی ہوگی نیز لوگوں پر ناپاک چھینٹے پڑنے کا خطرہ ہے اور اس گندگی کی وجہ سے لوگ گھٹن محسوس کریں گے، اسی طرح کوڑا یا تربوز کے چھلکے دڈال دینا یا پانی بہادینا جس سے لوگوں کے پھسل جانے کا اندیشہ ہو یہ بھی منکر ہے (۵٦)

اس زمانے میں اس طرح کی چیزوں سے چند لوگ ہی متاثر ہوتے تھے اور نقصان کا دائرہ بھی محدود تھا آج ایک گھر کی گندگی سے

پوا رسماج اور ماحول متاثر ہوتا ہے اور نقصان کا دائرہ بہت وسیع ہوگیا ہے، اس لیے روئے زمین پر آلودگی پھیلانے کا کوئی بھی عمل ناجائز ہوگا، کیونکہ اس سے زمین کی زرخیزی متاثر ہوتی ہے اور فضائی اور آبی آلودگی کا سبب بنتی ہے۔

ماحولیاتی تحفظ کے لئے شجر کاری کی اہمیت:

ماحولیات کے تحفظ کے لئے پیڑ پودوں کا بنیادی اور اہم کردار ہے ان میں زہریلی گیسوں کو تحلیل کر کے آکسیجن فراہم کرتے ہیں سبزہ زار علاقے ہر جاندار کے لئے صحت بخش ہوتے ہیں اور فرحت افزاء بھی، ہرے بھرے علاقے میں جو روحانی سکون اور ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے وہ کسی جگہ نہیں ہوسکتا، اس لئے اسلام نے شجر کاری اور زمینوں کی آباد کاری کی بڑی ترغیب دی ہے۔ فضائی آلودگی کو کم کرنے میں ہرے بھرے درختوں اور پیڑ پودوں کا بنیادی کردار ہے، اسی لئے متعدد روایات میں پیڑ پودے لگانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ، حضرت خلاد بن السائبؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت ابوالدرداءؓ اور حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان قامت الساعة وفی ید احدکم فسیلة فان استطاع ان لایقوم حتیٰ یغرسها فلیفعل (۵۷) ترجمہ: اگر قیامت آجائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کا پودا ہو تو اگر قیامت قائم ہونے سے پہلے وہ اسے گاڑ سکتا ہے تو اسے گاڑ دینا چاہیے۔ من غرس غرا سا فاثمر ،کان له من الاجر بعددذلک التمر (۵۸) ترجمہ: جس نے پودہ لگایا اور وہ ثمر دار ہوا تو ہر پھل کے بدلے میں اسے اجر ملے گا۔ حضرت عمرو بن یحییٰ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں: فاخذ النبی صلی الله علیه وسلم جریدة من جریدها فزرعها (۵۹)

حضور ﷺ نے ایک شاخ اپنے دست مبارک میں لی اور اس کو لگا دیا۔ اسی طرح حضرت سلمان فارسیؓ کے عقدِ مکاتبت کے قصے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھجوروں کے پیڑ لگانے کا واقعہ بہت معروف ہے۔ عن عمارة بن خزیمه بن ثابت :سمعت عمر بن الخطاب یقول لا بی ما یمنعک ان تغرس ارضک ؟ فقال له ابی : انا شیخ کبیر اموت غدا ،فقال له عمر :اعزم علیک لتغرسها ،فلقد رایت عمر بن الخطاب یغرسها بیده مع ابی ۔ ابن جریر ۔(۶۰) ترجمہ: عمارۃ بن خزیمۃ بیان فرماتے ہیں کہ عمر بن الخطاب نے میرے والد سے دریافت کیا کہ آپ نے زمین آباد کیوں نہیں کی؟ انہوں نے اپنے بڑھاپے کا عذر پیش کیا کہ اب چل چلاؤ کا وقت ہے، حضرت عمرؓ نے تاکید کے ساتھ فرمایا کہ ہر حال میں زمین آباد کرنی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں خود حضرت عمرؓ کو

اس زمین میں اپنے ہاتھ سے پودے لگاتے ہوئے دیکھا۔

بلاضرورت پیڑ پودوں کو کاٹنے کی ممانعت:

احادیث میں بےضرورت پیڑ پودوں کے کاٹنے کی ممانعت آئی ہے، حضرت عبداللہ بن حبشیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من قطع سدرة صوب الله رأسه فی النار (۶۱)

ترجمہ: جو شخص کسی پیڑ کو کاٹے گا اللہ پاک اس کا سر جہنم میں ڈالیں گے۔ اس حدیث کی تشریح میں امام داؤد نے کہا کہ اس سے مراد سایہ دار درخت جس سے مسافر سایہ حاصل کرتے ہوں۔

''فضا اور ہوا'' کی اہمیت قرآن کریم کی روشنی میں:

ہوا بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک اہم نعمت ہے جس کے بغیر زندگی کا تصور ناممکن ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

لا تسبوا الریح فانها من روح الله تأتی بالرحمة والعذاب والکن سلوا الله من خیرها و تعوذوا بالله من شرها (۶۲)

ترجمہ: ''ہوا کو برا بھلا مت کہو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عذاب لے کر آتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے اس کی بھلائی جس کے لیے وہ بھیجی گئی ہے اس کے طلب گار بنو اور اللہ تعالیٰ سے اس کے شر اور جس کے لیے وہ بھیجی گئی ہے اس سے پناہ مانگو''۔ کرۂ ارض پر جگہ جگہ سرد وگرم، تیز اور ہلکی ہوائیں چلتی رہتی ہیں جس دن اور موسم کا مزاج بدلتے رہتے ہیں اسی ہوا کے دوش پر بادلوں کا قافلہ رواں دواں رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے حسبِ ضرورت کسی خطے اور علاقے کے باشندوں کو بارش سے نوازتے ہیں، جبکہ کسی علاقے سے بادل یوں گزر جاتا ہے جیسے اہلِ شہر اور اہل علاقہ سے کوئی شناسائی ہی نہیں اور لوگوں کی نگاہیں امید وبیم میں کھلی رہ جاتی ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت کے نمونے ہیں، ہوا، زمین اور پانی کی طرح اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے زندگی بلکہ نباتاتی نشوونما کے لیے ہوا کی ضرورت ہوتی ہے ہوا کے بغیر کارخانہ حیات کا نظام خراب ہو جائے گا اللہ تعالیٰ کی دیگر نعمتوں کے مقابلہ میں ہوا سب سے زیادہ اہم ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی ضرورت کے اعتبار سے اس کو عام رکھا ہے، ہوا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک عجیب وغریب نمونہ ہے ہوا ہی پانی سے بھرے بادلوں کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت کے مطابق ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتی ہے اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے کلام مقدس میں کچھ یوں بیان کیا ہے: وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیَاحَ بُشْراً بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهِ حَتَّى إِذَا أَقَلَّتْ سَحَاباً ثِقَالاً سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنزَلْنَا بِهِ الْمَاء فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِن كُلِّ

الثَّمَرَاتِ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (٦٣)

ترجمہ: ''اور وہی اللہ ہے جو ہواؤں کو بشارت کے طور پر اپنی رحمت سے پہلے بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب یہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا کر لاتی ہیں تو ہم اس کو مردہ زمین کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر ہم اس سے پانی اتارتے ہیں پھر ہم اس تمام پھلوں کو نکالتے ہیں اسی طرح ہم مردوں کو بھی (قبروں سے) نکالیں گے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو'

ہواؤں اور بادلوں کا یہ نظام اتنا مربوط اور مستحکم ہے کہ انسانی عقل قدرت کی اس صناعی پر محوحیرت ہے، اس نظام میں تل کے برابر بھی تبدیلی کا آجانا انسانی حاجات کی تباہی کا ذریعہ ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (٦٤)

ترجمہ اور ہواؤں کے الٹ پھیر میں اور اس بادل میں جو معلق ہے آسمان اور زمین کے درمیان البتہ نشانیاں ہیں ایسی قوم کے لیے جو عقل رکھتی ہے'' ہوا کے بغیر کسی پرندے کو یہ طاقت نہیں کہ وہ اپنی طاقت اور کوشش کے باوجود ہوا میں اڑ سکے اسی کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان الفاظ میں قرآن مجید فرقان حمید میں بیان کیا ہے: أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمٰنُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ (٦٥)

ترجمہ: ''کیا انہوں نے دیکھا نہیں پرندوں کی طرف جو اپنے اوپر جو پر پھیلائے ہوئے ہیں اور کبھی سکیڑتے ہیں ان کو کوئی سوائے رحمٰن کے تھام نہیں رہا بے شک وہ ہر چیز کو خوب دیکھ رہا ہے''

ہوا قدرت کا انمول تحفہ:

علامہ ابن القیمؒ لکھتے ہیں: تم ہوا کے بارے میں غور کرو کہ وہ سب سے پہلے ناک میں داخل ہوتی ہے اور وہاں اس کی ٹھنڈک ختم ہو جاتی ہے۔ پھر حلق تک پہنچ کر اس کا مزاج معتدل ہو جاتا ہے، پھر ایک پاکیزہ لطیف ہوا پھیپھڑے میں پہنچتی ہے، پھر وہاں سے کے ذریعہ تمام رگوں سے ہوتے ہوئے جسم میں پھیل جاتی ہے وہاں پہنچ کر جب گرم ہو جاتی ہے اور انتفاع کے لائق نہیں رہتی تو پھیپھڑے کے ذریعے حلق اور ناک کے راستے سے جسم سے خارج ہو جاتی ہے پھر دوبارہ اسی طرح سے صاف ستھری ہوا داخل ہو جاتی ہے، اس مختصر سی مدت میں جسم میں ہم سانس لیتے اور چھوڑتے ہیں اس عمل میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں پنہاں ہیں (٦٦)

جدید سائنس میں کہا جاتا ہے کہ سانس کے ذریعہ آکسیجن جسم میں داخل ہوتی ہے اور جسم کے ہر حصے میں پہنچ کر غذا تحلیل کرنے اور توانائی بنانے کا کام انجام دیتی ہے، اس عمل کے نتیجے میں کاربن ڈائی آکسائیڈ تیار ہوتی ہے جو جاندار کے لیے ایک

زہریلی گیس ہے، خون اسے جسم کے ہر حصے سے لا کر پھیپھڑوں میں چھوڑ دیتا ہے۔(٦٧)

علامہ خطابیؒ لکھتے ہیں ہوا کا بہتر اور خوشگوار ہونا انسانی صحت کو برقرار رکھنے میں سب سے زیادہ معاون ہے اور ہوا کا خراب ہونا جسم کے لیے سب سے زیادہ نقصان دہ ہے اس کی وجہ سے بیماری بہت جلد قدم جما لیتی ہے،(٦٨)

علامہ ابن خلدونؒ ہوا کی اہمیت کے بارے میں رقمطراز ہیں: آفات و بلیات اور امراض سے حفاظت اور سلامتی کے لیے ہوا کا خوشگوار ہونا ضروری ہے اس لیے کہ اگر وہ ٹھہری ہوئی اور ناگوار ہو، یا خراب پانی اور بدبودار جگہ سے قریب ہو تو اس میں بھی بدبو پھیل جاتی ہے اور اس کی وجہ سے کسی بھی جاندار کا بیمار ہونا یقینی ہے، یہ بات مشاہدہ میں ہے جن شہروں میں اچھی ہوا کی رعایت نہیں کی گئی وہاں کثرت سے بیماریاں پائی جاتی ہے۔(٦٩)

ماحولیاتی آلودگی سے بچنے کے لئے قرآن پاک وسیرت مطہرہ سے رہنمائی:

زندگی میں مومن کو جو کا نامے انجام دینے ہیں ان میں اہم ذمہ داری خلیفة فی الارض کی ذمہ داری ہے اس کے لئے صحت مند ماحول، معاشرہ اور خود بھی صحت مند اور توانا ہونا ضروری ہے کیوں کہ زندہ قومیں صحت مند اور توانا افراد سے ہی بنتی ہیں۔

مہلکات سے بچنے کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے یہ خوبصورت کائنات بنی آدم کے حوالے کر دی اب اپنے ہاتھوں سے اس کو خراب نہ کرے فساد نہ پھیلائے، اس کو برباد نہ کرے۔

وَلاَ تُلْقُوا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ"(٧٠)

ترجمہ: اپنے ہاتھ ہلاکت میں نہ ڈالو، اور اچھے کام کرو اللہ اچھے کام کرنے والوں پسند کرتے ہیں۔

وبا وائرس کے شکار میں مبتلا شخص یا مقام سے اجتناب کا حکم:

آلودگی سے تحفظ کی ایک نظیر آلودہ شخص یا آلودہ مقام سے ممکنہ حد تک اجتناب کی ہدایت بھی کی ہے۔

فر من المجزوم كما تفر من الاسد (٧١)

ترجمہ: جذامی شخص سے اس طرح بھاگو جیسے کہ تم شیر سے بھاگتے ہو۔

اسی طرح طاعون کے بارے میں ارشاد ہوا۔ فاذا سمعتم به بارض فَلَا تَدْخُلُوهَا عَلَيْه وَ اِذا دَخَلَها عَلَلَيْكُمْ فَلَا تَخْرُجُوا مِنها فِرَاراً(٧٢)

ترجمہ: کسی مقام پر طاعون کی خبر سنو تو وہاں نہ جاؤ اور تمہاری جگہ پر آ جائے تو بھاگ کر مت نکلو۔ یہ احکامات بہت اہم قانون ہیں کہ اگر کسی مقام پر وبا ہے تو وہاں ایک اہم اصول کو لازم کر لیا جائے کہ وہاں سے وبا لے کر دوسری جگہ نہ جایا جائے۔ اس سال جو پوری دنیا نے جس مرض کی وجہ سے مفلوج ہوئی اور پوری دنیا کو سترفی صد بند کر دیا وہ کرونا تھا اس کے پھیلاؤ میں اہم کردار ناواقفیت اور لاپرواہی نے کیا، اس موقع پہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ان احادیث کو سامنے رکھ کر قانونی شکل دی جاسکتی ہے۔

ضرر رساں چیزوں سے گریز کا حکم:

متعدد نصوص میں انسانوں کو تکلیف پہنچانے والے اعمال سے منع کیا گیا ہے۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده المومن من امنه الناس على دمائهم واموالهم ۔(۷۳)

ترجمہ: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

بدبودار اشیاء کھانے کی ممانعت:

مقامات عامہ خصوصاً مساجد و مجالس میں لہسن پیاز کے علاوہ ہر بدبودار چیز کھا کر بغیر اس کی بو زائل کئے بلاضرورت آنے کو منع کیا گیا ہے یہ ممانعت اس لئے ہے کہ اس سے فرشتوں اور نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مَن اكل ثُوماً اَوبَصلاً فَلْيَعْتَزِلْنا او فلْيَعْتَزِل مسجدنا'' (۷۴)

ترجمہ: جو شخص لہسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے دور ہی رہے یا آپؐ نے فرمایا'' ہماری مسجد سے دور رہو رہے۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو پیاز، لہسن اور کُرّاث کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب بھی نہ آئے کیوں کہ جس چیز سے آدمی کو تکلیف پہنچتی ہے ملائکہ کو بھی وہ چیز تکلیف دیتی ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جمعہ کو خطبہ پڑھا اور دوران خطبہ فرمایا: لوگو! تم ان دو پودوں کو کھاتے ہو جو میری نظر میں بہت خبیث اور برے ہیں (یعنی پیاز اور لہسن) میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی آدمی کو کسی آدمی کے منہ سے ان کی بو آئی تھی تو اسے مسجد سے نکال دینے کا حکم فرماتے اور بقیع تک چھوڑ آنے کے لئے فرماتے اگر کوئی انہیں کھانا چاہے تو اسے چاہئے کہ ان کو پکا کر ان کی بُو زائل کر دے۔(۷۵)

حبوہ سے ممانعت:

خطبہ جمعہ کے دوران ایک خاص ہیئت یعنی گھٹنوں سے ملا کر بیٹھنا منع ہے اور وجہ ممانعت یہ ہے کہ اس حالت میں عموماً نیند کا جھونکا

آجاتا ہے اور اس میں وضوٹوٹنے اور خطبہ ضائع ہونے کا خدشہ ہے۔معاذ بن انس جہنی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔" نَهىٰ عَنِ الحِبْوَةِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ والإمَامُ يَخْطَبُ "" جمعہ کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو تو حِبْوَه سے منع فرمایا"۔(۷٦)

چیخ وپکار فحش گوئی کی ممانعت:

معاشرہ کے اندر ایسے ماحول سے بھی منع کیا گیا جس سے ذہن ودماغ آلودہ ہوجائے اسلام صرف فرد کی تطہیر نہیں چاہتا بلکہ معاشرہ میں تطہیر چاہتا ہے۔فحش کلامی اور بدگوئی شریف معاشرہ میں برداشت نہیں کی جاتی ،لوگوں کی نظروں میں بدکلام اور فحش گو کی کوئی عزت دوکوڑی کی بھی نہیں رہتی اس سے میل جول کو کوئی گوارا نہیں کرتا اور وہ قوم اپنی برادری اور اپنے معاشرہ میں قابلِ نفرت گردانا جاتا ہے۔جناب عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَيْسَ المُؤمِنُ بالطَّعَّانِ ،وَلَااللَّعَّان وَلَاالفاحِشَ وَلَا البَذِىّ "۔ (۷۷)

مومن کی نشان یہ ہے کہ وہ طعن وتشنیع کرنے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی فحش گوئی اور بدزبانی اس کا شعار ہوتا ہے۔

رفع حاجت کی ممانعت:

عام انسانی راستوں اٹھنے ،بیٹھنے کی سایہ دار جگہوں ،کنوؤں ،چشموں کے آس پاس اور مفاد عامہ کے مقامات پر رفع حاجت (گندگی ڈالنے) کی ممانعت ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ" اِتَّقُوا اِلَّا عِنِيْنَ قَا لُوا :وَمَاللّاعِنَانِ ؟قَالَ :الَّذِیْ يَتَخَلّٰی فِي طَرِيْقِ النَّاسِ اَوْظِلِّهِم"(۷۸)ترجمہ:لعنت کا باعث بننے والی بات سے اجتناب کرو،صحابہ کرام نے عرض کیا وہ کون سی باتیں ہیں؟ آپؐ فرمایا: راستوں اور سایہ دار مقامات میں رفع حاجت کرنا۔

حرام کی ممانعت:

انسانی غذاؤں میں صرف حلال چیزوں کو کھانے کی اجازت ہے کیوں کہ حرام اشیاء انسانی صحت کے لئے سخت نقصان دہ ہیں۔ زندہ جانور کے عضو کو کاٹ کر کھانے کی ممانعت ہے کیونکہ ایک طرف تو اس سے جاندار کو اذیت ہوگی دوسری طرف انسانی صحت کے لئے سخت ممنوع ہے۔غیر مسلم ممالک میں جہاں مذہب کا انسانی زندگی میں دخل نہیں ہے وہاں گٹر کے اندر پائی جانے والی گندگی کو دوبارہ غذا کے طور پر استعمال کیا جانا زندہ بندر کو آگ میں ڈال کر اس کی کھوپڑی میں موجود مغز کو چمچ سے کھانا ،زندہ

کھڑے جانور کا گوشت کا لوتھڑا نکال کر کھانا۔ ہشت پا(octopus) کو زندہ نگلنا، بظاہر یہ انتہائی ہولناک ہیں مگر یہ سخت انسانی جسم کے لئے خطرناک ہیں، حرام جانور کا گوشت، زہریلے کیڑے مکوڑوں کو کھانے سے اور زندہ سمندری مخلوقات کھانے سے خطرناک ترین کرونا وائرس کا انسان شکار ہو رہے ہیں جس سے گزشتہ ماہ ہی پوری دنیا مفلوج ہو کر رہ گئی ہے۔

قرآن اس بارے میں کہتا ہے **قُل لَّآ اَجِدُ فِیۡ مَا اُوۡحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّماً عَلٰی طَاعِمٍ یَّطۡعَمُہٗۤ اِلَّاۤ اَنۡ یَّکُوۡنَ مَیۡتَۃً اَوۡ دَماً مَّسۡفُوۡحاً اَوۡ لَحۡمَ خِنۡزِیۡرٍ فَاِنَّہٗ رِجۡسٌ (۷۹)**

ترجمہ: اے نبیؐ آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر نازل کردہ احکام میں کھانے والے کے لئے کوئی حرام چیز موجود نہیں ہے الا یہ کہ وہ مردار بہنے والے خون یا لحم خنزیر ہو کہ یہ گندگی چیزیں ہیں۔

راہ گزر کا صاف رکھنے کی ہدایت:

راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانا صدقہ قرار دیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا۔

یمیط الاذی عن الطریق صدقه(۸۰)

ترجمہ: راستہ سے گندگی کو دور کرنا صدقہ ہے۔

حضرت حذیفہ بن اسید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”من اذی المسلمین فی طرقهم وجبت علیهم لعنتهم “ترجمہ: جو مسلمانوں کو ان راستوں میں تکلیف پہنچائے ان پر لعنت واجب ہوگئی ہے“۔(۸۱)

تھوکنے کی ممانعت:

جگہ جگہ پان وغیرہ تھوکنا بھی منع ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص تھوکتا ہے تو اس سے روکنے کا حکم ہے اولاً یہ چیز نظافت کے خلاف بھی ہے ایک موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیواروں پر تھوک کے اثرات دیکھے تو چہرہ انور پر ناگواری محسوس کی گئی پھر آپ نے خود اپنے دست مبارک سے اسے صاف کیا، حضرت انس بن مالک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں۔

اَلۡبُزَاقُ فِی الۡمَسۡجِدِ خطِیئَۃٌ وَکَفَّارَتُھَا دَفۡنُھَا(۸۲)

مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس کو دفن کرنا ہے۔

عجلت کے مظاہرہ سے اجتناب:

عبادت میں ہنگامہ آرائی شور وغل سے منع فرمایا خصوصاً اجتماعی عبادات (حج وغیرہ) پر سکینت وسنجیدگی کی تعلیم دی گئی کہ عجلت و

لا پرواہی سے دوسروں کو تکلیف پہنچے گی۔ مثلاً عرفہ کے موقع پر ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ شور وغل کی آوازیں سنیں تو آپ اپنے کوڑے سے اشارہ کیا اور ارشاد فرمایا۔'' اَیھا النّاسُ علیکم بالسکینۃ فان البر لیس بالایضاع ''(۸۳)

ترجمہ:''لوگو! سکون کو لازم پکڑو، تیز چلنا نیکی نہیں ہے۔

چراغ گل کرنے اور تدفین کی نبوی ﷺ کی تعلیم کا ماحولیات پر اثر:

علامہ عز بن عبد السلام لکھتے ہیں کہ احسان منحصر ہے مصلحت کو حاصل کرنے اور مفسد کو دور کرنے میں اور یہی تقویٰ اور پرہیزگاری کی انتہا اور مقصود ہے، اس کا سب اعلیٰ درجہ عبادات میں احسان ہے، دوسرا درجہ مخلوقات کے ساتھ احسان ہے اور اس کی شکل مصلحت کو حاصل کرنا اور مفسد کو دور کرنا ہے اور یہ احسان انسان کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ملائکہ کے حق میں بھی ضروری ہے کیونکہ وہ بھی انسان کی طرح تکلیف دہ چیزوں سے اذیت محسوس کرتے ہیں، بلکہ ہر طرح کے جاندار کے ساتھ اس کا لحاظ رکھنا ہوگا، (۸۴)

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:ان اللہ کتب الاحسان علی کل شئی (۸۵)

ترجمہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ احسان (بہتر طریقہ اختیار کرنے) کو فرض کیا ہے۔

علامہ ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں: اس حدیث میں احسان کے ضروری ہونے کی صراحت ہے اور خود اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے، چنانچہ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ (۸۶)

ترجمہ:''بلاشبہ اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے'' اور ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:وَأَحْسِنُوَاْ إِنَّ اللّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (۸۷)

ترجمہ:''اور احسان کرو! بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے'' احسان کا یہ حکم کبھی واجب ہوگا اور کبھی مستحب ، مذکورہ بالا دلائل سے پتہ چلتا ہے کہ ہر عمل میں احسان ضروری ہے لیکن ہر چیز کا احسان اس کے اعتبار سے ہے یعنی فعل اگر واجب ہے تو احسان بھی واجب ہوگا اور اگر فعل مستحب ہے تو احسان بھی مستحب ہوگا۔(۸۸)

ان عمومی دلائل سے ہوا اور فضا کی حفاظت کے سلسلے میں تعلیمات نبوی ﷺ اور قرآن کریم کے نقطۂ نظر کا اندازہ کیا جاسکتا ہے ، ظاہر ہے کہ فضائی آلودگی کے سلسے میں آج ہم جس خطرناک صورت حال سے دوچار ہیں ماضی میں اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا تھا، تاہم بعض روایات کے اشارات سے اس سلسلے میں کچھ مدد مل سکتی ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے: اطفئوا المصابیح اذارقدتم وغلقوا الابواب (۸۹)

ترجمہ: جب تم سوجاؤ تو چراغ کو بجھاؤدواور دروازے بند کردو!

ایک اور روایت میں ہے: لاتترکوا النار فی بیوتکم حین تنامون (۹۰)

ترجمہ: ''سوتے وقت اپنے گھروں میں جلتی ہوئی آگ نہ چھوڑو''

گزشتہ ادوار میں اس حدیث کی تشریح میں یہی کہا جاتا تھا کہ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس سے گھر میں آگ لگ جانے کا خطرہ ہوتا ہے اس لیے آگ بجھا کر سونے کا حکم دیا گیا ہے یہ بات اب بھی اپنی جگہ مسلم ہے اور اس کا یہی حکم ابھی برقرار ہے لیکن جدید تحقیق کی روشنی میں اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ آگ جلنے کی وجہ سے آکسیجن ختم ہوتی ہے اور کاربن ڈائی آکسائیڈ میں اضافہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان اور دیگر حیوانات کی زندگی خطرے سے دوچار ہو جاتی ہے اس لیے حدیث شریف میں جلتی ہوئی آگ چھوڑ کر سونے سے منع کیا گیا ہے، اس پر قیاس کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ ہر ایسا عمل درست نہیں ہے جس کی وجہ سے فضائی آلودگی میں اضافہ اور زندگی گزارنا مشکل ہو جائے۔ (۹۲) بعض فقہی عبارتوں میں بھی اس سلسلے میں رہنمائی ملتی ہے جیسا کہ ہوا کے بارے میں علامہ ابن نجیم مصریؒ نے لکھا ہے کہ اگر کسی کے درخت کی شاخوں نے دوسرے کے گھر کی ہوا کو روک رکھا ہے اور گھر کے مالک نے ان شاخوں کو کاٹ دیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر شاخیں ایسی ہوں کہ انھیں رسی سے باندھ کر ہوا کی جگہ کو فارغ کیا جا سکتا ہے تو کاٹنے والا ضامن ہوگا اور اگر ایسا نہ ہو تو ضامن نہیں ہوگا جبکہ ایسی جگہ سے کاٹا ہو اکہ اگر معاملہ عدالت میں پہنچ جاتا تو قاضی اس جگہ سے کاٹنے کا حکم دیتا۔ (۹۳)

علامہ عبدالرحمٰن بن نصر شرازیؒ نے تنور وغیرہ کے سلسلے میں محتسب کے فرائض کے بیان میں لکھا ہے کہ مناسب ہے کہ روٹی پکانے کی دوجان کی چھتیں اونچی ہوں ان کے دروازے کھلے ہوئے ہوں اور چھتوں میں دھواں نکلنے کے لیے بڑی اور کشادہ چمنی ہو تاکہ اس کی وجہ سے لوگوں کو ضرر نہ پہنچے (۹۴)

ماحولیاتی آلودگی کی مختلف صورتیں:

ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے بننے والے وسائل کو بھی حل کیا جا سکتا ہے۔

دھواں چھوڑنے والی اشیاء:

کھانا بنانے کے لئے ایندھن کے طور پر لکڑی، کوئلہ، گوبر، گیس اور بجلی کا استعمال کیا جاتا ہے، بجلی اور گیس کے علاوہ تمام چیزیں دھواں چھوڑنے والی ہیں جن سے فضا آلودہ ہوتی ہے کیونکہ گیس اور بجلی دیہی علاقوں میں نہیں ہوتی حتی کہ صوبہ بلوچستان میں

گیس پیدا ہوتی ہے مگر وہاں کی آبادیاں اس کے حصول سے محروم ہیں اور اگر گیس ان کو دستیاب بھی ہے یا بجلی تو وہ بہت مہنگی ہوتی ہے جو ان کی پہنچ سے باہر ہوتی ہے لیکن جو ان وسائل کو استعمال کر سکتا ہے تو وہ آلودگی پھیلانے والی اشیاء کا استعمال نہ کرے جس سے دوسروں کو نقصان پہنچتا ہو۔

معروف فقہی ضابطہ ہے کہ دَرْءُ الْمَفَاسِدِ اوْلیٰ مِنْ جلْبِ الْمَنافعِ' ترجمہ: مفاسد کو دور کرنا فائدے حاصل کرنے سے بہتر ہے۔(۹۵)

گاڑیوں کا استعمال:

گاڑی اس وقت ہر فرد کی ضرورت بن گئی ہے یا آج کے جدید ترقی پذیر ملک میں بنا دی گئی ہے شان وشوکت کی علامت بھی تصور کی جاتی ہے گاڑی ڈیزل سے بھی چلتی ہے اور پیٹرول گیس سے بھی۔ بلکہ شمسی توانائی کو بھی قابل استعمال بنانے کی کوشش کی جارہی ہے گاڑیوں سے لوگوں کا معاش وابستہ ہے شہروں میں موٹر سائیکل ایک سستی سواری ہے جس سے انسان اپنے روزگار پر آسانی سے چلا جاتا ہے ڈیزل گاڑی اور گاڑیوں کے مقابلے میں سستی ہوتی ہے مگر کیونکہ وہ ماحول کو آلودہ زیادہ کرتی ہے تو ان شہروں میں ان پر پابندی لگائی جاسکتی ہے جہاں لوگوں کی زیادہ آبادی ہو ورنہ کم آبادی اور کھلے علاقوں میں اس پر پابندی نہ لگائی جائے لیکن بڑی گاڑیوں کو چاہئے کہ دھواں چھوڑتی نہ جائیں بلکہ سائیلینسلرز لگے ہوں تا کہ ان کا دھواں فضا آلودہ نہ کرے۔

جنریٹر اور سولر لائٹ کا استعمال:

روشنی کے لئے لوگ جنریٹر کو استعمال کرتے ہیں ڈیزل اور مٹی کے تیل سے جو جنریٹر چلتے ہیں وہ بہت دھواں دیتے ہیں جب کہ گیس اور پیٹرول سے چلنے والے جنریٹر کم دھواں دیتے ہیں روشنی انسان کے لئے ضروری ہے اس لئے جنریٹر کے استعمال پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی لیکن کم دھویں والے جنریٹر استعمال کرنے چاہئے تا کہ فضا آلودہ نہ ہو۔

اسی طرح سولر لائٹ (شمسی توانائی) کا استعمال کافی بڑھ رہا ہے حکومت بھی اس کے لئے سہولتیں فراہم کر رہی ہے اس میں ایک بار خطیر رقم استعمال ہوجاتی ہے لیکن آئندہ وہ برقی بلوں سے بچ جاتا ہے۔صاحب استطاعت افراد اداروں کے لے آلودگی سے محفوظ اس توانائی کا استعمال مستحسن قرار پائے گا بالخصوص آلودگی سے متاثرہ علاقوں میں اس کی حوصلہ افزائی ہونء چاہئے اس میں مالی بچت بھی ہے اور آلودگی س تحفظ بھی۔

فیکٹریوں کی کثرت:

صنعت ترقی کے اس دور میں چھوٹے بڑے کارخانوں کی بہتات ہے اور یہ یقیناً موجودہ دور کی ایک ضرورت ہے لوگوں کا روزگار کا اس سے وابستہ ہوتا ہے لیکن کارخانوں میں جو ایندھن استعمال کیا جاتا ہے وہ بہت دھواں پیدا کرنے والا ہوتا ہے اور جو صنعتی فضلات باہر پھینکے یا بہائے جاتے ہیں وہ فضائی آلودگی پیدا کرتے ہیں اس کے لئے حکومت نے ایسے قانین بنائے ہیں مثلاً کارخانے آبادیوں کے باہر ہوں ان کی چمنیوں کو ایک خاص سطح تک اونچا رکھا جائے ،کم سے کم آلودگی پیدا کرنے والے ایندھنوں کا استعمال کیا جائے اس طرح کے فضلات کو تحلیل کرنے کی تدابیر اختیار کی جائیں۔

کچرا ڈالنا،فضلات وغیرہ پھینکنا:

آبادیوں میں کچرا نہ ڈالا جائے بلکہ گھروں کا کوڑا کرکٹ کے لئے مخصوص جگہ بنائی جائے عموماً لوگ اسکول و کالج یا گراؤنڈ میں کچرا بڑی بے دردی سے دال دیتے ہیں جس سے تمام جگہ آلودہ ہوتی ہے ان کو بروقت نہ اٹھایا جائے تو شدید قسم کا تعفن پیدا ہوتا ہے۔عید قرباں کے زمانے میں لوگ مذبحہ جانوروں کے سر،اوجھڑی وغیرہ پھینک دیتے ہیں راستوں، گٹر وغیرہ پر ڈال دیتے ہیں جس سے تعفن کے علاوہ سیوریج کا نظام بھی خراب ہو جاتا ہے اس سے فضا آلودہ ہو جاتی ہے اور بکثرت بیماریاں پھوٹ پڑتی ہیں اسلام کے اصول نظافت وطہارت کا تقاضا ہے کہ اس طرح کے کام کرنے والوں کی خود یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ آباد علاقوں میں اس قسم کی غلاظتیں نہ پھیلائیں۔ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم سباطہ (یعنی گندگی ڈالنے کی مخصوص جگہ) پر تشریف لائے اور پیشاب فرمایا۔(۹۶)

حدیث بالا سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ عہد نبوت میں بھی گندگی اور کچرا وغیرہ ڈالنے کی مخصوص جگہیں تھیں۔

تکلیف دہ چیزوں کا راستے سے ہٹانا:

راستے سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا صدقہ ہے کسی نے کھونٹا گاڑا کہ لوگ جب کنویں کے پاس آئیں گے تو اس پر اپنے جانور باندھ لیں اور کسی نے راستے میں کھونٹا ہونے پر اس کو اکھاڑ پھینکا تو دونوں کو اجر ملے گا،غیر مسلمان راستوں کو پہنچان لیتے تھے جن پر کوئی کانٹا،نوکیلا پتھر نہ ہوتا کہ ضرور یہاں سے کوئی مسلمان گذرا ہو گا کیوں کہ یہ ہمارے نبیؐ کی سنت ہے کہ کانٹا، پتھر لکڑی راستہ سے صاف کر دیا کرتے تھے۔عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:''انه قال نزع رجل لم يعمل خيراً قطُّ غُصنَ سوك عن الطريق امّا كان فى شجرةٍفقطعه والقاه و اما كان مو ضوعا

فاماطه فشكر الله له بها فادخله الجنّة "۔(۹۷)

حضرت ابوھریرۃ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نے کبھی کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا اس نے راستہ سے کانٹے دار شاخ ہٹا، یا کانٹا دار درخت تھا اس کو کاٹ دیا یا کہیں دور جا کر ڈال دیا یا راستہ پر کانٹا دار درخت تھا اس کو کاٹ دیا یا کہیں دور جا کر ڈال دیا یا راستہ پر کانٹا رکھا ہوا تھا اس کو ہٹا دیا تو اللہ پاک نے اس کے اس عمل کی قدر دانی فرماتے ہوئے جنت میں داخل فرمایا۔

پلاسٹک شاپرز:

سامان کی پیکنگ بھی ایک اہم ضرورت ہے لیکن اس کے لئے آج کل جس قسم کی پلاسٹک کی تھیلیاں دستیاب ہیں وہ زمین میں تحلیل نہیں ہوتیں اور اگر ان کو جلایا جائے تو بہت کثیف دھواں پیدا ہوتا ہے مگر سستا اور خوشنما اور باسہولت ہونے کی وجہ سے اس کا استعمال بکثرت ہوتا ہے ماہرین نے ان کو انتہائی فضائی آلودگی کے لئے خطرناک قرار دیا ہے مگر اس پر تا حال کوئی پابندی عائد نہیں ہوئی ہے اس سے خطرناک ایکسیڈینٹ بھی ہوئے ہیں مگر یہ روزمرہ میں چند مقامات کے علاوہ ابھی بھی استعمال میں ہے جب کہ اس کے مقابلے میں کپڑے کے بیگ استعمال کئے جاسکتے ہیں۔

بلا تکلف عوامی مقامات پر بول و براز کرنا:

عوامی مقامات پر خصوصاً بسوں کے اڈوں اور ریلوے اسٹیشن پر لوگ رفع حاجت کرتے ہیں بہت سے لوگ گندا پانی اور فضلات بھی راستوں میں ڈال دیتے ہیں دیہی علاقوں میں کھلے نالے اور نالیاں بھی تعفن اور فضا کو آلودہ کر رہے ہوتے ہیں۔ کھلے میں پیشاب و پاخانہ کرنے کا رواج بھی بہت قدیم ہے عہدِ نبوت میں اکثر لوگ کھیتوں وغیرہ میں ہی استنجا کی حاجت کے لئے جاتے تھے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی تھی کہ عوامی مقامات اور راستے وغیرہ میں غلاظت نہ کی جائے، پردہ کی جگہوں کا انتخاب کیا جائے اور حتی الامکان پانی کا استعمال کیا جائے، آج کے دور میں بیت الخلاء بنانے کا عمومی رجحان ہے اور تقریباً تمام ہی عوامی مقامات پر استنجا وغیرہ کا پورا نظام موجود ہے، راستے کھلی جگہوں پر پیشاب وغیرہ کرنا فضائی آلودگی کا سبب ہے اور اسلامی ہدایات کی صریح خلاف ورزی ہے۔

انسدادِ آلودگی کے لئے ممکنہ تدابیر:

جہاں مسائل جنم لیتے ہیں وہاں مختلف صاحبان فکر و دانش ان مسائل کا قابلِ عمل حل بھی پیش کرتے ہیں

اور پھر سوسائٹی کے مختلف لوگ اسے نافذ العمل بھی بناتے ہیں۔ آلودگی جیسے ایک اہم اور سنگین مسئلہ سے نمٹنے کے لئے بھی مختلف دانشوروں نے اپنی اپنی فہم وفراست کے مطابق آراء پیش کیں ہیں۔ اگر حکومت اور سوسائٹی کے ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے سنجیدہ فکر حضرات ان پر غور کریں اور انہیں نافذ العمل بنانے کے لئے کوشش کریں تو قوی امید کی جاسکتی ہے کہ آلودگی کوئی مسئلہ نہیں رہے گا۔ چونکہ آلودگی کی کوئی ایک قسم نہیں ہے بلکہ کئی اقسام ہیں اس لئے یہاں آلودی کی اقسام کے اثرات کو پیشِ نظر رکھ کر تقریباً ہر اہم نوع آلودگی تدارک کی چند مفید اور ٹھوس تجاویز پیشِ نظر ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ ماحولیاتی آلودگی کا مسئلہ بہت اہم ہے لیکن عوام کے اندر اس کا شعور نہیں ہے اس کی بیداری کے لئے اخبارات، ٹیلی ویژن، ریڈیو، انٹرنیٹ، فیس بک اور ٹیوٹر پر آگاہی پیدا کی جائے۔

۲۔ طلبہ وطالبات میں اس کا شعور اجاگر کیا جائے اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں میں ماحولیات سے متعلق مضامین پڑھائے جائیں اور ماحول کو ایک لازمی مضمون قرار دیا جائے۔

۳۔ شہروں میں آلودگی کے مسائل کو کم کرنے کے لئے گاڑیوں کے اڈے دور بنائے جائیں اور اسی طرح مختلف منڈیاں مثلاً پھلوں کی یا سبزی کی منڈیوں کو شہری آبادی سے دور منتقل کیا جائے۔

۴۔ شہروں کی بذریعہ درست طور پر منصوبہ بندی کی جائے اور ماحولیاتی مسائل کو ہر اسکیم کا حصہ بنایا جائے۔

۵۔ قدرتی ماحول کی حفاظت کی جائے۔

۶۔ عوام کو شجر کاری کے فوائد سے آگاہ کیا جائے اور انہیں جگہ جگہ درخت لگانے کے لئے آمدہ کیا جائے کیونکہ درختوں سے ماحول کی صفائی میں مدد ملتی ہے نیز درختوں کے کاٹنے پر پابندی عائد کی جائے۔

۷۔ شہری علاقوں میں پانی صاف کرنے کے زیادہ سے زیادہ پلانٹ لگائے جائیں اور پانی کے موجودہ ذرائع کی دیکھ بھال کی جائے۔

۸۔ فضائی آلودگی کی سطحیں اب صحیح معنوں میں ان حدوں کو چھوڑ رہی ہیں جو انتہائی خطرناک ہیں کمپریسڈ نیچرل گیس کی بطور ایندھن حوصلہ افزائی کرنے کے علاوہ سے جیسی بھاری دھاتوں سے آلودہ ایندھنوں پر پابندی عائد کر دینی چاہیے۔ بڑے شہروں کی سڑکوں پر گاڑیوں کی تیزی سے بڑھتی ہوئی تعداد پر قابو پانے کے لئے ایک مؤثر پبلک ٹرانسپورٹ سسٹم کی اشد ضرورت ہے۔

۹۔ ہسپتالوں میں جمع شدہ فضلہ جات کوٹھکانے لگانے کے لئے ان اداروں نے فضلہ جلانے کی بٹھیاں نصب کی جائیں جو ہسپتال یہ بٹھیاں نصب کروانے میں ناکام رہتے ہیں ان کے خلاف تادیبی کاروائی عمل میں لائی جائے۔

۱۰۔ تمام کارخانوں کی انتظامیاں کواس بات کا پابند بنایا جائے کہ اپنے ملازمین اور کارکنوں کی حفظان صحت کا مکمل انتظام کرے اور ایسے طریقے اختیار کئے جائیں کہ ملازمین زہریلی گیسوں اور کیمیائی اجزاء کے نقصانات اور زخموں سے محفوظ رہ سکیں۔ تمام کارخانوں اور فیکٹریوں کو شہر کی حدود کے اندر قائم ہونے کی اجازت نہ دی جائے اور اس مقصد کے لئے شہروں سے دور خاص مقامات کا تعین کیا جائے۔

۱۱۔ مختلف گاڑیوں سے نکلنے والی آوازوں کے سدّ باب کے لئے عام قوانین بنائے جائیں جن میں گاڑیوں کے شور کی حد مقرر کی جائے اور اس پر سختی سے عمل درآمد کروایا جائے۔

۱۲۔ دیہاتوں سے شہروں کی طرف نقل مقامی کو روکنے کے لئے دیہات میں مختلف قسم کے پروجیکٹ شروع کئے جائیں۔ عوام اور غیر حکومتی اداروں کے ذریعے روزگار کے مواقع فراہم کئے جائیں تا کہ کم سے کم لوگ شہر کی طرف روزگار کی تلاش میں آئیں۔

۱۳۔ معاشرہ میں صحت مندانہ ماحول پیدا کرنے کے لئے کھیلوں کی طرف بھی خصوصی توجہ کی جائے اور بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر نئے شہر آباد کئے جائیں۔

۱۴۔ دنیا سے غربت و جہالت کا خاتمہ کیا جائے کیونکہ یہ آلودگی کے پھیلاؤ کا اہم سبب ہیں اور اقوام متحدہ کو بھی ماحولیاتی آلودگی کے خاتمے کے لئے اپنا مؤثر کردار ادا کرنا چاہیے۔

۱۵۔ انفرادی واجتماعی طور پر اسلام کے نظریئے طہارت ونفاست پر عمل کیا جائے۔ تا کہ ماحولیاتی آلودگی کا مکمل خاتمہ کیا جاسکے۔